ناولٹ

کسی یاد کی دہلیز پر

digest novels lovers group ❤️❤️

[illegible]

چاندنی رات میں سمندر کی گیلی ریت پر ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے قدم بہ قدم ساتھ چلتے وہ دونوں سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے کسی اور ہی دنیا کے باسی لگ رہے تھے۔ ایک ایسی دنیا جہاں غم کا شائبہ تک نہ ہو۔ صرف محبت ہو اور خوشیاں ہوں۔ ارحم کی شوخ باتوں پر عرین کا حیا سے گلابی پڑتا چہرہ چاند کو شرما رہا تھا۔ اس کے انگ، انگ سے خوشی چھلکی پڑ رہی تھی۔ وہ ڈیڑھ سال قبل کی دلہن...... لگتا تھا ابھی بیاہ کر آئی ہو۔

''کتنا پُرفسوں اور رومینٹک نظارہ ہے ناں ارحم۔''

عرین نے اس کی محویت سے شرما کر سمندر کی طرف اشارہ کیا۔ جس کے عین اوپر چودہ تاریخ کا چاند اپنی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ارحم نے بھی مسحور ہو کر دیکھا۔

''عرین تمہارا ذوق تو بہت عمدہ ہے۔ اس دلکش نظارے پر کوئی شعر عرض کرو ناں؟'' ارحم نے نظریں اپنی شریکِ حیات پر جما کر فرمائش کی تو وہ مسکرا دی۔ پھر کئی لمحوں تک رک کر اس منظر کو اپنے اندر اتارا اور ارحم کو دیکھ کر گویا ہوئی۔

''تجھ میں ہے چاند سی کشش سائیں
میں سمندر کی بے قراری ہوں''

وہ جذب سے بولی تو ارحم دیوانہ سا ہو گیا۔

''واہ، واہ کیا بات ہے۔ زبردست...... تمہارے زندگی میں آنے سے پہلے مجھے نہ کوئی شعر اچھا لگا نہ گیت...... لیکن اب دل کرتا ہے ہر وقت گنگناؤں۔'' وہ اس کا نازک سا ہاتھ دبا کر گمبھیرتا سے بولا تو عرین مسکرا دی۔

''مجھ بدذوق کو بھی باذوق بنا دیا ظالم۔'' ارحم نے اتنے مزے سے کہا کہ عرین کھلکھلا دی۔

''بس یونہی ہنستی رہو۔'' وہ بے خود ہو کر بولا تو عرین نے نم آنکھیں ٹشو سے صاف کیں۔ اکثر ہنستے

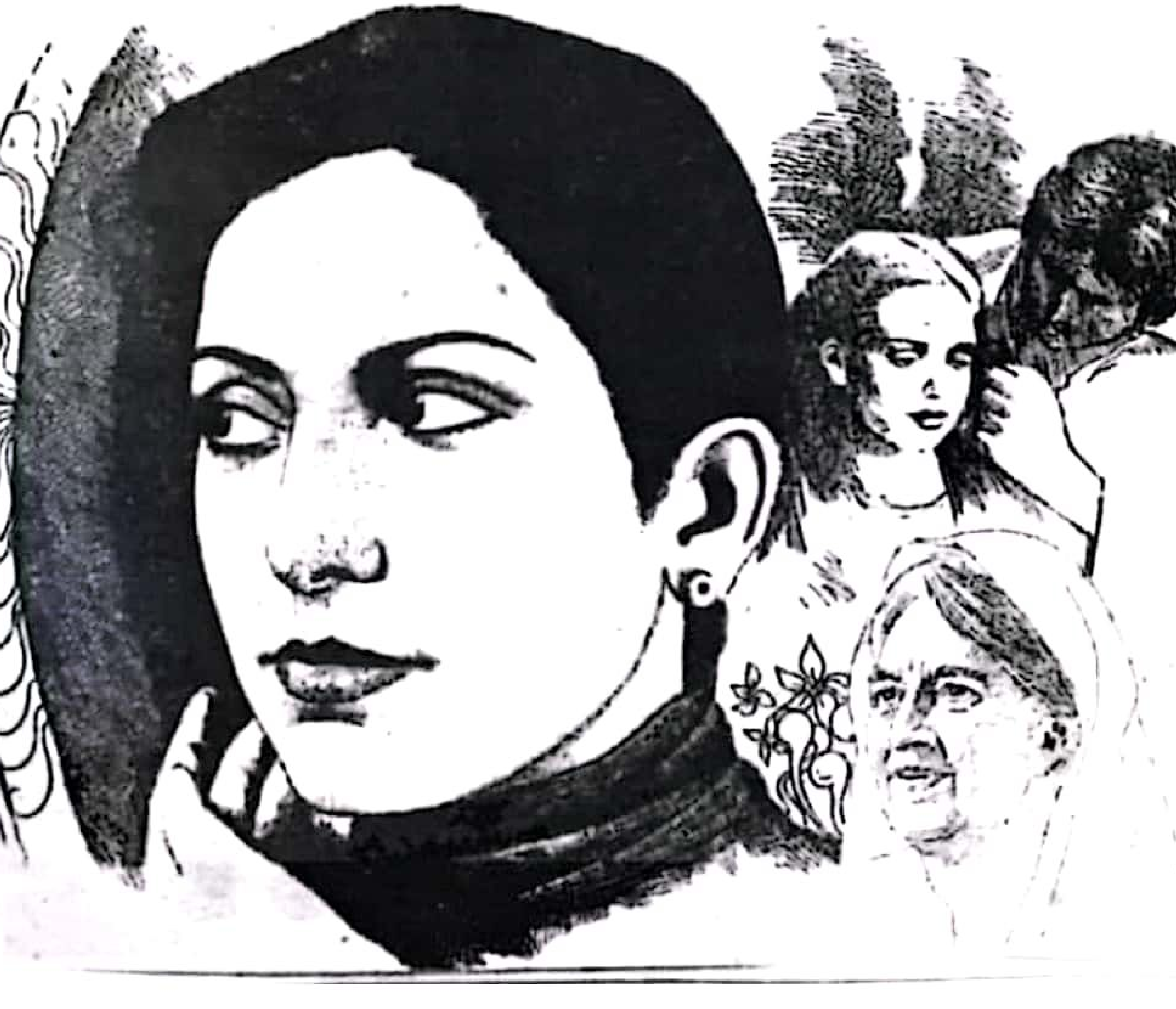

ہوئے اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر جایا کرتی تھیں۔

''اب چلیں گھر۔'' پھر وہ ہوا سے اڑتے بالوں کو سمیٹتی موبائل پر وقت دیکھ کر بولی تو ارحم نے سر ہلا کر قدم آگے بڑھائے۔ حالانکہ اس کا ارادہ اس کے ساتھ مزید وقت بتانے کا تھا۔

ان کی شادی کو ڈیڑھ سال ہوگیا تھا پر ارحم کی وارفتگیاں اول روز جیسی تھیں...... ایسے لگتا تھا جیسے گزرتا وقت اس کی والہانہ محبت میں اضافہ ہی کرتا جا رہا ہے۔

☆☆☆

گھر کا گیٹ اسید نے کھولا۔

''اماں سو گئی ہیں؟'' ارحم نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا تو اسید نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عرین نے کار سے اتر کر اپنے کھلے بالوں کو سمیٹ کر لپیٹا۔ ارحم کی خواہش کے پیشِ نظر وہ ان کو کھلا رکھنے پر مجبور تھی۔ اس کو عرین کے سیدھے اور شہد رنگ بالوں سے عشق تھا۔ اسے باندھنے نہ دیتا تھا۔

''میں بھی سو ہی گیا تھا۔ آپ کی گاڑی کے ہارن پر آنکھ کھلی۔'' اسید نے جمائی روکتے گیٹ کو تالا لگایا۔

''کل لاسٹ پیپر ہے۔ جلدی اٹھنا تھا۔'' وہ نیند سے لال ہوتی آنکھوں کو مسل کر بولا۔

''اوہ سوری اسید۔ مجھے خیال نہیں رہا۔ ورنہ ہم جلدی لوٹ آتے۔'' ارحم نے بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''میں تو کہہ رہی تھی کب سے جلدی چلیں پر آپ۔'' عرین نے ہلکے سے کہہ کر قدم اپنے کمرے کی طرف بڑھائے۔

''کوئی بات نہیں۔ بس کل کے بعد تو فراغت ہی

ہے۔ پھر میں بھی فجر سے پہلے نہیں سونے والا۔'' اسید نے ہنس کر بھائی سے کہا تو وہ بھی مسکرا دیا۔

عرین کپڑے وغیرہ تبدیل کرکے واش روم سے نکلی تو ارحم بیڈ پر بے خبر سو رہا تھا..... اس کی نیند ایسی ہی تھی لیٹتے ہی مہربان ہو جاتی..... وہ کمرے سے نکل کر رمشہ کے روم تک آئی۔ جہاں رمشہ اپنے بیڈ پر رحاب کو بانہوں میں لیے بے خبر سوئی ہوئی تھی۔

☆☆☆

صبح وہ معمول کے مطابق اٹھی۔ ارحم اور اسید کا ناشتا بنا کر ان کو دیا۔ پھر ارحم کے آفس جانے کی تیاری میں مدد کی اور ان دونوں کے گھر سے روانہ ہونے کے بعد پھپو کا ناشتا لے کر ان کے پاس چلی آئی جو فجر کی نماز اور ذکر اذکار سے فارغ ہو کر کچھ دیر کی نیند لے کر نو بجے دوبارہ اٹھتی تھیں۔

''اسید نے ناشتا اچھے سے کیا ناں.....؟''

''جی پھپو.....'' اس نے ان کے آگے ناشتے کی ٹرے رکھی۔

''بڑا ہی جلد باز ہے بس بھاگتے دوڑتے ناشتا کرتا ہے اور امتحان کے دنوں میں تو باؤلا ہی ہو جاتا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولیں تو عرین بھی مسکرا دی۔

''جانتی ہوں بچپن سے ہی جلد باز ہے۔''

''ارے ہاں تم لوگوں کا بچپن تو ساتھ ہی گزرا ہے۔ اسید سے کوئی چار ماہ ہی بڑی ہو تم۔'' نصرت بیگم ایسے بولیں جیسے عرین کو نئی بات سنا رہی ہوں۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''رمشہ ابھی تک سو رہی ہے؟'' انہوں نے چائے پیتے ہوئے پوچھا۔

''جی پھپو۔''

''نہ جانے یہ لڑکی کب بڑی ہوگی..... ابھی تک بچہ بنی ہوئی ہے۔ اور اس بگاڑ میں سارا ہاتھ تمہارا ہے۔ مجھے ڈانٹنے بھی نہیں دیتیں اسے۔'' انہوں نے پیار بھری خفگی سے کہا۔

''پھپو اس کے پیپرز ابھی ختم ہوئے ہیں تھکن اتارنے دیں..... اور اس عمر میں بچپنا تو ہوتا ہی ہے۔ ویسے وہ بہت ذمے دار ہے۔'' عرین نے اسی مسکراہٹ سے کہا۔

''تمہارے جیسی بھاوج دیکھی نہ سنی۔ کتنے پردے ڈالتی ہو نند اور دیور کی پوستیوں پر۔'' پھپو نے محبت سے اسے دیکھا۔

''اور آپ جیسی ساس بھی دیکھی نہ سنی جو بہو کی اچھی بات کا کھلے دل سے اعتراف کرتی ہو۔'' عرین نے ترنت جواب دیا تو وہ ہنس پڑیں۔

''میری کسی نیکی کا صلہ ہو تم عرین بیٹی..... خاقان صاحب کے دنیا سے جانے کے بعد جس طرح میں نے اپنے بچوں کو بکھرنے سے سمیٹا اور ان کو اپنے کمزور پروں میں چھپایا اس دعا کے ساتھ کہ ہمیشہ اکٹھے رہیں ایک دوسرے سے کٹ کر الگ، الگ سمتوں میں نہ نکل جائیں، وہ جدوجہد میں ہی جانتی ہوں۔ باپ مر جائے تو اولاد ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے۔ پر شکر ہے میرے بچے سنبھل گئے، ایک دوسرے سے جڑے رہے۔ پھر تم آئیں تو میرے بنائے گھونسلے کو توڑنے کے بجائے مزید مضبوط کیا..... گھر کے ماحول میں محبت کو بڑھایا۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔'' پھپو نے حسب عادت کشادہ دلی سے دعا دی تو عرین کھل اٹھی۔

''آپ بہت اچھی ہیں پھپو تبھی ہم بھی اچھے ہیں۔''

''نہ..... نہیں بیٹا۔ ایک میرے اچھے ہونے سے سب اچھے ہو جاتے تو زندگی میں اتنے کڑے دن نہ دیکھنے پڑتے۔'' انہوں نے ایک آہ بھری۔

''ارے آپ پھر افسردہ ہو رہی ہیں۔ دن میں دس بار تو کم از کم آپ ماضی کو یاد کرکے خود کو پریشان کرتی ہیں۔ مشکل دن گزر گئے پھپو۔ اب خیر سے سب سیٹ ہے۔'' عرین نے ان کو حوصلہ دیا۔

''اللہ کا شکر ہے بیٹا۔ مشکل وقت گزر گیا..... پر دل کبھی کبھار لوگوں کے رویے یاد کرکے اداس سا ہو جاتا ہے۔'' انہوں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

''چھوڑیں پھپو سب گزری باتیں۔ خوش رہا کریں۔'' عرین ان کی بیوگی کے دنوں کی مشقت اور اپنوں کے حوصلہ شکن رویوں سے بخوبی واقف تھی۔

''کیسے خوش رہوں جب لوگ ہی نہ ماضی بھلانے دیں۔'' ان کی بات پر وہ چونکی۔

''باسلہ آنٹی کا فون آیا تھا کیا؟'' عرین کے استفسار پر انہوں نے سر ہلایا۔

''اب کیا فرما رہی تھیں وہ؟''

''کیا فرمائے گی وہی گھسی پٹی باتیں...... اسید کو باہر سیٹل کروا دو اس کا فیوچر اس ملک میں نہیں۔ میری بیٹی کا اصرار نہ ہوتا تو میں اس بے روزگار کو کبھی اپنی ہیرا بیٹی کا ہاتھ نہ دیتی۔'' وہ تلخی سے بولیں تو عرین خاموش رہ گئی۔

''باسلہ یوں تو میری نند ہے، کھاتی پیتی حتمول گھرانے کی پر میرا حوصلہ پست کرنے میں دشمنوں سے بھی ہمیشہ آگے ہی رہی...... اس نے ہمیشہ میرا دل ہی دکھایا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں ناں اور کچھ دو نہ دو مگر تسلی تو دو...... اس نے تسلی بھی نہ دی کبھی...... اپنے بھائی کے دنیا سے جانے کے بعد مجھے ایسے، ایسے مشورے دیے کہ میرا دل ٹکڑے ہو گیا...... کہتی تھی ارحم کو عماد بھائی کو گود دے دیں، اسید کو میں پال لوں گی رمشہ کو آپ کی بہن رکھ لے۔ اسی طرح بچوں کو سہارا مل سکتا ہے۔ مجھے اتنا دکھ ہوا تھا بیٹا...... میں بیان نہیں کر سکتی۔ ایک ماں اپنے جگر گوشوں کو ریوڑیوں کی طرح رشتے داروں میں بانٹ دے۔ پھر اس کے پاس کیا بچے گا...... شوہر کے بعد بچے ہی تو میرے جینے کا آسرا تھے، ان کو دوسروں کے دامن میں ڈال دیتی تو میرے اپنے دامن میں کیا رہتا...... میں نے باسلہ سے کہہ دیا سہارا دینے والی ذات میرے رب کی ہے۔ تم فکر نہ کرو...... اور سوہنے رب نے مجھے مایوس نہیں کیا...... زندگی کی کٹھن راہوں کو میرے لیے سہل کر دیا۔ اللہ بخشے میرے بھائی کو جو بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر مجھے مرتے دم تک اپنا مقروض کر گیا۔'' وہ یکا یک آبدیدہ ہوئیں تو عرین نے ان کے پاس بیٹھ کر ان کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''پھپھو پلیز اب رونا نہیں۔''

''عرین مجھے باسلہ کی بیٹی میں اسی کی جھلک نظر آتی ہے...... بہت خود پسند اور خود غرض ہے وہ...... ہمارے گھر آ کر میرے اس محبت بھرے آشیانے کو دو ٹکڑے نہ کر دے؟'' انہوں نے تشویش بھرے انداز میں عرین کو دیکھا تو وہ دانستہ مسکرائی۔

''کچھ نہیں ہوتا پھپھو آپ یونہی فکر کرتی ہیں۔ لیہا میں بچپنا ذرا زیادہ ہے ویسے وہ دل کی بری نہیں پھر ہمارے اسید کی پسند ہے۔''

''اسید تو نادان ہے...... ابھی پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہوا اور منگنی کروالی...... میرا دل لیہا پر بالکل بھی راضی نہیں ہے مگر یہ لڑکا۔'' وہ ایک سانس بھر کر خاموش ہوئیں۔

''اسید کی قسمت میں ایسا ہی لکھی ہے تو آپ اور ہم کیا کر سکتے ہیں پھپھو آپ بس دعا کیا کریں کہ سب کچھ بہتر رہے۔'' عرین اس سے زیادہ لیہا کی طرفداری نہیں کر سکی کہ اس کے مغرور مزاج سے خائف وہ بھی رہتی تھی۔ پھپھو بھی اِک سرد سانس کھینچ کر خاموش ہو گئیں۔

☆☆☆

''نشہ تمہاری آنکھوں کا
میری آنکھوں سے چھلکتا ہے''

وہ میک اپ روم میں اپنی نوک پلک سنوار رہی تھی کہ عماد اس کے بالکل پیچھے آ کر کھڑا ہوا اور گنگنایا۔ نشا نے فیس مرر میں اس کا عکس دیکھا اور وہ اس کے شعر پر مسکائی۔

''عماد صاحب آج خاصے عاشقانہ موڈ میں ہیں۔'' وہ کرسی سے اٹھ کر اس کی طرف پلٹی۔

''تمہیں دیکھ کر خواہ مخواہ دل عشق پر آمادہ ہو جاتا ہے۔'' وہ بے بس سی صورت بنا کر بولا۔ نشا اپنی نشست سے اٹھی۔

''عشق کا عین تو عنایت ہے
ش سے جھلکتی شرارت ہے
ق قربان ہونے کا اشارہ ہے
مجھے یہ تین لفظوں کا عشق بہت پیارا ہے''

وہ قدم بہ قدم اس کی طرف بڑھتے جذب سے بولی تو عماد مسمرائز ہوا۔

''کیسے کر لیتی ہو تم یہ سب......؟'' وہ کسی خواب کی سی کیفیت میں بڑبڑایا۔

''کیا کرتی ہوں......؟'' نشا اس کے بالکل نزدیک آ کر کھڑی ہوئی اس کے ملبوس سے اٹھتی مہک عماد کو دیوانہ بنانے لگی۔

''چند لمحوں میں اپنا اسیر کر دیتی ہو...... اور پھر اتنی بے نیازی سے پوچھتی ہو کیا کرتی ہوں۔''

اس کی بات پر وہ کھلکھلائی۔

''قسم لے لو میرے پاس کوئی زنجیر نہیں...... نہ ہی کوئی پنجرہ۔ جس میں تمہیں طوطا بنا کر بٹھا دوں۔'' اس

نے مڑ کر کرسی پر رکھا اپنا پرس اٹھایا اور واپس پلٹی تو عماد اسے اسی طرح وارفتگی سے دیکھ رہا تھا۔

''میں شوٹ پر جا سکتی ہوں سر؟'' نشا نے ایک ادا سے پوچھا۔

''بصد شوق میڈم......'' عماد اسے نظروں میں سموتے ہوئے بولا۔

''تو راستہ دیجیے پلیز......'' وہ مسکرا کر بولی تو عماد بھی مسکرا کر سائڈ پر ہوا۔

وہ اس کے برابر سے گزرنے لگی تو عماد نے اس کا بازو تھام لیا۔

''اے حسینہ......شوٹ کے بعد لنچ کرو گی میرے ساتھ؟'' اس نے دلبری سے پوچھا تو نشا کھلکھلائی۔

''وائے ناٹ...... پر ابھی تو جانے دو......آئی ایم گیٹنگ لیٹ۔''

''لو یو......'' عماد نے اس کا بازو ہلکا سا دبا کر چھوڑ دیا۔

''لو یو ٹو......'' نشا نے اپنا سنہری پرس اس کے سینے پر شرارت سے مارا اور باہر نکل گئی۔

''شرارتی بلی......'' عماد اپنے سینے پر ہاتھ ملتے مسکرایا تھا۔

☆☆☆

وہ کپڑے سکھانے چھت پر آئی تو اسید دائیں طرف دیوار سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھا موبائل میں مگن نظر آیا۔

''لگے رہو منا بھائی......'' وہ الگنی پر کپڑے پھیلاتے شرارت سے بولی تو وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

''تم کب آئیں......؟''

''جب تم لیہا سے میسج کرنے میں مگن تھے۔'' وہ بالٹی سے تولیا نکال کر نچوڑنے لگی۔

''لاؤ میں ہیلپ کرواؤں۔'' وہ موبائل جیب میں اڑستا اپنی جگہ سے اٹھ کر آیا اور تولیا عرین سے لے کر ایک جھٹکے سے پورا نچوڑ لیا اور تار پر ڈال دیا۔

''کپڑے اتنے گیلے کیوں ہو رہے ہیں ڈرائیر کام نہیں کر رہا کیا؟'' پھر اس نے ایک، ایک کپڑا نچوڑتے ہوئے پوچھا۔

''ایک ماہ سے خراب پڑا ہے۔'' عرین نے اطلاع دی۔

''ارے مجھے بتایا ہوتا بنوا لیتا۔''

''تم اپنے ایگزامز میں بزی تھے......اور ارحم کو فرصت کہاں ہوتی ہے؟'' عرین کی بات پر وہ مسکرایا۔

''اپنے میاں کی اچھی سائڈ لیتی ہو...... جناب شام پانچ بجے کے بعد فارغ ہوتے ہیں مگر بات یہ ہے کہ ایسے ویسے سارے مرمت والے سارے کام میرے سر ہیں۔ وہ کہاں گھر کے کسی بھی کام میں دلچسپی لیتے ہیں۔''

''ہاں تم ہو ناں گھٹولڑ کے گھر کے کاموں میں طاق۔'' وہ بھی ہنسنے لگی۔

''کیوں نہیں......خوش نصیب ہے میری منگیتر...... جس سے میں مل رہا ہوں...... بے فکر رہے گی ہر کام سے......ساری پرابلمز منٹوں میں حل ہو جایا کریں گی۔'' وہ چٹکی بجا کر بولا۔

''واقعی اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ تم بہت کیئرنگ اور ذمے دار ہو۔'' عرین نے سر ہلاتے تصدیق کی۔

''مانتی ہو ناں۔ اسید ہر فن مولا ہے۔'' اسید نے شرٹ کے کالر کھڑے کیے۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں......'' وہ خالی بالٹی اٹھاتے ہوئے بولی۔

''ویسے لکی تو ارحم بھائی بھی بہت ہیں......تم جیسی بیوی ان کو ملی......خوب صورت، فرمانبردار اور شکر گزار۔'' اسید نے کہا تو عرین نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

''واہ بھئی آج میری تعریف ہو رہی ہے خیر تو ہے۔''

''بالکل خیر ہے اور سچی بات کہی ہے......تم جیسی لڑکیاں اوپر سے شاید اسپیشل بن کر آتی ہیں......میں نے تو کم از کم اس زمانے میں تم سی ایک بھی نہیں دیکھی۔''

وہ موبائل جیب سے دوبارہ نکال کر اس پر انگلیاں چلاتے ہوئے بولا......عرین نے بہ غور اس کی سنجیدہ صورت دیکھی۔

''کیا بات ہے لیہا نے پھر کوئی نئی فرمائش کر دی۔''

اس کی بات پر اس کی تھرکتی انگلیاں ساکت ہوئیں۔

''وہ لڑکی ہی کیا جو فرمائشیں نہ کرے میں نے کہا ناں تم ہی بس اپنی قسم کی ایک ہو۔''

وہ پھیکی سی ہنسی ہنس کر پلٹا اور اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔

''پچھلے ماہ ہی آئی فون لے کر دیا ہے اس کی برتھ ڈے پر...... اب اسے کیا چاہیے۔ اسے کہو ابھی تمہاری

ملازمت نہیں لگی...... یہ فرمائشیں کچھ وقت تک کے لیے اٹھا کر رکھے۔" عرین نے سنجیدگی سے کہا تو وہ خاموش رہا۔

"ویسے تم نے بھی چن کر منگیتر ڈھونڈی ہے......"

وہ بڑبڑا کر چھت کی سیڑھیاں اتر گئی تھی۔

☆☆☆

"عماد فارغ ہو تو میرے ساتھ نصرت باجی کے گھر چلو۔" عفیفہ بیگم نے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے بیٹے سے کہا۔

"اوہ نو اماں...... میرا بالکل موڈ نہیں کہیں جانے کا۔" اس نے بیزاری سے کہا۔

"ایک آدھ دن تم فارغ ملتے ہو اس میں بھی اس موئے لیپ ٹاپ یا موبائل سے چپکے رہتے ہو...... ماں کی کوئی پروا نہیں اکیلی گھر بیٹھ کر سارا دن دیواریں دیکھتی ہوں۔" وہ خفگی سے بولیں تو عماد فوراً لیپ ٹاپ بیڈ پر رکھ کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ گھر میں رہتی ہی کیوں ہیں...... کتنی بار کہا ہے کوئی کلب جوائن کرلیں کچھ سوشل بنیں...... ایکٹیو آنٹیوں کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں...... آپ ایک مشہور ماڈل اور اداکار کی ماں ہیں ممی...... کوئی عام عورت نہیں۔" اس نے تفاخر سے کہا تو عفیفہ بیگم نے منہ بنایا۔

"میں سیدھی سادی عورت ہوں بیٹا مجھے وہی رہنے دو...... مجھے نہیں گھلنا ملنا آتا تمہاری ان سوشل آنٹیوں کے ساتھ۔"

"اُف...... آپ بھی ناں بس کبھی نہیں بدلنا...... پھر مجھ سے شکایت کرتی ہیں کہ گھر میں اکیلی ہوں۔"

"تو میری تنہائی دور کرنے کا دوسرا طریقہ بھی تو ہے...... مجھے ایک اچھی بہو لادے میں بہل جاؤں گی۔" انہوں نے ایک آس سے بیٹے کا چہرہ دیکھا جو اس بات پر چونک اٹھا تھا۔

"بہو تو آجائے گی پر آپ کی تنہائی شاید وہیں کی وہیں رہے۔" عماد کی بات پر وہ چونکیں۔

"کیوں...... وہ کیا میرے ساتھ نہیں رہے گی؟"

"ارے نہیں اماں...... رہے گی تو اِدھر ہی۔ پر میری طرح مصروف رہے گی۔"

"کیوں تجھے ملازمت پیشہ بیوی لے کر آنی ہے میں بتائے دیتی ہوں، مجھے تو خالص گھریلو بہو چاہیے عماد۔" ان کا ماتھا ٹھنکا تبھی لہجے کو روکھا کیا۔

"ملازمت پیشہ تو نہیں مگر۔" عماد کچھ کہتے، کہتے رک گیا۔

"مگر کیا...... بھئی مجھے تو چاند صورت مگر سادہ سی بہو چاہیے جو ہمارے گھر کو گھر بنا کر رہے۔" انہوں نے بیٹے کو جتایا جو چپ سا تھا۔

"چل اب دیر نہ کر میرے ساتھ باجی کے گھر چل...... ماں کے ساتھ بھی کہیں باہر جایا کر...... ہر وقت ماڈلیوں کے ساتھ رہتا ہے۔" وہ چادر کو سر پر اچھی طرح لپیٹ کر بولیں تو عماد کو ان کے لفظ ماڈلیوں پر بے اختیار ہنسی آئی۔

"اوکے چلتا ہوں، مجھے ماڈلیوں کے طعنے مت دیں۔" وہ ہنستا ہوا بستر سے اترا اور شرٹ کی شکنیں درست کیں۔

"کپڑے بدل کر تیار ہو جا پھر چلتے ہیں۔"

"ارے آپ کا ہیرو بیٹا بغیر تیاری کے بھی ہیرو ہے۔" عماد بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا آگے بڑھا تو عفیفہ نے دل میں اس کی تائید کی پھر نظر کے ڈر سے اس کے پیچھے چلتے ہوئے سورتیں پڑھ کر پھونکنے لگیں۔

☆☆☆

"پلکیں بھی چمک اٹھتی ہیں سوتے میں ہماری
آنکھوں کو ابھی خواب چھپانے نہیں آتے"

عرین نے رمشہ کے چہرے پر پڑا لحاف ذرا سا کھینچ کر شرارت سے کہا تو اس نے آدھی بند آنکھیں پوری کھول دیں۔

"عرین بھابی سونے دو ناں۔" اس نے چہرے پر ہاتھ رکھ کر ٹھنک کر کہا۔

"اوکے بھلے پڑی سوتی رہو مجھے کیا ہے...... میں عفیفہ آنٹی اور عماد کی تواضع کرکے انہیں رخصت کردوں گی۔" عرین بے نیازی سے بولی تو رمشہ چہرے سے ہاتھ ہٹا کر جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"کیا آنٹی آئی ہیں؟"

"عماد بھی ساتھ آیا ہے۔" عرین نے کھلکھلا کر کہا۔

"میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" وہ چھلانگ لگا کر بستر سے اتری۔

"آہا...... بڑی پھرتی آ گئی جناب کے اندر۔" عرین نے شرارتی انداز میں اسے چھیڑا۔

"ہاں تو اتنے ماہ بعد چاند کی آمد ہوئی ہے کیا میں عید بھی نہ مناؤں۔" رمشہ نے کھل کر بھابی سے کہا تو عرین نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

"اس سے پہلے کہ چاند پھر سے بادلوں میں چھپ جائے جلدی تیار ہو کر نیچے آ جاؤ۔" عرین ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

رمشہ نے الماری سے اچھا سا لباس نکال کر زیب تن کیا اور ہلکا پھلکا تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آئی جہاں عفیفہ خالہ کے برابر میں وہ دشمنِ جاں اپنے مخصوص.... بے نیاز انداز میں بیٹھا تھا۔

"السلام علیکم خالہ...... !" اس نے دھیرے سے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام...... میری بچی...... کیسی ہو؟" خالہ حسبِ عادت رمشہ سے پُرتپاک طریقے سے ملیں۔

"جی ٹھیک......" وہ ان کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔

"آتی نہیں ہو ہمارے گھر...... سنا تھا ایگزام ہو رہے تھے تمہارے اب تو فارغ ہو ناں......"

"جی خالہ امتحان دے دیے اب فرصت ہے۔" اس نے جواب دیتے عماد کو دیکھا جو موبائل میں مصروف تھا۔

"عماد اب اس موبائل کی تو جان چھوڑ...... کچھ اپنی کزنز سے بھی ہنس بول لے۔" انہوں نے رمشہ کی نظروں کا تعاقب کیا تو بیٹے کو بے نیاز پا کر گھر کا۔

"بچپن میں رمشہ اور عرین سے کتنی دوستی ہوا کرتی تھی...... اب تو بات ہی نہیں کرتا ان سے......" انہوں نے خفگی سے بیٹے سے کہا تو عماد نے سیل جیب میں رکھ دیا۔

"وہ بچپن تھا اماں......" وہ ذرا سا مسکرایا تو رمشہ نے اس کی مسکراہٹ دیکھی۔ وہ پہلے ہی بہت وجیہہ تھا مگر جب سے میڈیا میں گیا تھا حسن کا دیوتا نظر آتا تھا۔

"میں باجی کو دیکھوں کیا کر رہی ہیں...... تم دونوں باتیں کرو۔" وہ ایک دم ان کے درمیان سے اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

"اور سناؤ رمشہ کیسی گزر رہی ہے؟" عماد آخر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"بالکل ٹھیک......" وہ اس کے پوچھنے پر کھل اٹھی۔

"ہم...... میرا ڈراما دیکھ رہی ہو کیسی لگی میری پرفارمنس۔" عماد نے برائے بات پوچھا۔

"بہت زبردست...... آپ کے ڈرامے تو ہم سب شوق سے دیکھتے ہیں...... میں تو کبھی مس نہیں کرتی۔ ہر ڈرامے میں عمدہ ایکٹنگ کرتے ہیں آپ...... تعبیرِ وفا بھی اچھا جا رہا ہے۔ مگر آپ کے ساتھ جو نئی لڑکی کاسٹ ہوئی ہے ناں وہ بہت اوور ایکٹنگ کر رہی ہے۔ اس لیے دل برا ہو جاتا ہے دیکھ کر۔" رمشہ نے بہت جوش سے تبصرہ کیا۔

"ہاہا......" عماد بے ساختہ ہنسا۔

"زبردست تم تو بہت توجہ سے میرے ڈرامے دیکھتی ہو مجھے تو پتا نہیں تھا کہ خالہ کے گھر میری ایک فین بھی رہتی ہے۔" وہ لطف لے کر بولا تو رمشہ کا دل دھڑکنے لگا۔

"آپ نے کبھی پوچھا ہو تو پتا چلے ناں کہ کون آپ کا فین ہے اور کون آپ کا......" وہ کہتے، کہتے لب دبا گئی۔

"سوری میں جب سے میڈیا میں گیا ہوں دن رات بہت بزی ہو گئے ہیں...... اماں کو ہی ٹائم نہیں دے پاتا، دوسروں کی بات ہی کیا۔" عماد نے کندھے اچکائے۔

"اپنوں کو ٹائم دینا چاہیے۔" رمشہ نے یونہی کہہ دیا۔

"میرے کام میں بس ٹائمنگ کی ہی کمی ہے۔" عماد نے پھر اپنا موبائل اٹھا لیا تھا۔

"چلیں عماد اب جلدی سے کچھ کھا پی لیں...... کہیں ایسا نہ ہو ٹائم کی کمی کا رونا رو کر بھاگ کھڑے ہوں۔" عرین لوازمات سے بھری ٹرالی لیے چلی آئی تو دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"نہیں ابھی تو جب تک اماں یہاں ہیں ادھر ہی بیٹھا ہوں۔" عماد نے مسکرا کر کہا۔

"ویسے ارحم اور اسید کہاں ہیں؟" اس نے عرین کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ دونوں ہر سنڈے گھر کے سودا سلف اور سبزی فروٹ لینے نکل جاتے ہیں......"

"واہ بہت ذمے دار ہیں......" عماد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"بہت زیادہ......" عرین نے بھی ہنس کر کہا۔

''میں نے فون کر دیا ہے بس آتے ہی ہوں گے آج آپ لوگ کھانا کھا کر جایئے گا۔''

''ارے نہیں...... مجھے کسی ضروری کام سے جانا ہے...... کھانا کھانے کے لیے معذرت۔'' عماد نے فوراً کہا تو رمشہ کا منہ اتر گیا۔

''اتنے دنوں بعد آئے ہیں اور کھانا بھی نہیں کھا رہے...... عماد یہ زیادتی ہے۔'' عرین نے رمشہ کی شکل دیکھ کر کہا۔

''کسی اور وقت عرین...... ابھی نہیں۔'' عماد نے دوٹوک کہا تو عرین خاموش سی ہو گئی۔

پھر ارحم اور اسید آئے تو کچھ دیر ان کے ساتھ بیٹھ کر وہ بھی انہیں کھانے تک رکنے کے اصرار کرتے رہے پر وہ اماں کو لے کر گھر آ گیا...... یہ اور بات کہ عفیفہ بیگم کا موڈ اس کی اس عجلت پر گھر آ کر بھی خراب رہا۔

☆☆☆

بیرونی دروازے کی مسلسل دستک سے عرین سوتے سے اٹھ بیٹھی...... مندی، مندی آنکھوں سے گھڑیال پر نظر ڈالی تو رات کا ایک بج رہے تھے۔

''اس وقت کون...... اوہ ہاں اسید آیا ہوگا......؟''

اسے ایک دم یاد آیا۔ اس نے سوئے ہوئے ارحم پر ایک نظر ڈالی اور اٹھ کر باہر آ گئی۔ دروازے پر اسید ہی تھا۔ رات کے ایک بجے بھی وہ فریش اور مسکراتا ہوا تھا۔

''کر لی لیہا کی برتھ ڈے سیلیبریٹ......'' عرین نے اس کے ساتھ اندر آتے ہوئے پوچھا۔

''یس...... کر لی۔''

''بہت دیر لگا دی۔ پھپو تمہاری راہ دیکھتے سو گئیں۔''

''میں نے اماں سے کہا بھی تھا دیر ہو جائے گی۔''

اسید وہیں سٹنگ روم میں ہی بیٹھ گیا۔

''کیسی رہی پارٹی......؟'' عرین نے پوچھا۔

''زبردست...... تمہیں تو پتا ہے...... لیہا ہر چیز پرفیکٹ ہی کرتی ہے...... اور پارٹی بڑی نہیں تھی بس لیہا کی فیملی اور میں ہی تھا۔''

اسید کی بات پر عرین نے ایک سانس بھری۔

''حالانکہ لیہا اور اس کی فیملی کے ساتھ تمہارے علاوہ تمہاری فیملی کو بھی ہونا چاہیے تھا۔'' عرین کے جتانے پر وہ کھسیانی ہنسی ہنس دیا۔

''تم تو اماں کو جانتی ہو عرین...... ان کو لیہا کی بول چال، ڈریسنگ، اٹھنے بیٹھنے کے ہر انداز سے چڑ ہے...... وہ اسی بات پر اس سے خائف رہتی ہیں۔''

''ان کے خائف رہنے کی وجوہات اس کے علاوہ بھی ہیں اسید۔'' عرین نے فوراً کہا۔

''ہم...... جانتا ہوں...... مگر اب کمپرومائز تو کرنا پڑے گا۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''کے کمپرومائز کرنا ہوگا اسید...... صرف ہمیں...... لیہا کی طرف سے کوئی کمپرومائز کیوں نہیں ہوتا؟'' عرین کو تاؤ چڑھ گیا تو چیخ کر بولی وہ اسید کے سامنے ہر طرح کا غصہ کر لیتی تھی۔

''عرین پلیز اس وقت مجھ سے یہ باز پرس مت کرو...... میرا موڈ ویسے ہی خراب ہو رہا ہے۔'' اسید نے اپنا سر ہاتھوں پر گرا لیا۔ عرین خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

''تمہیں پتا ہے انکل نے مجھے آج زبردست قسم کا سرپرائز دیا ہے۔'' اس نے سر اٹھا کر عرین کو بتایا۔

''کون سا سرپرائز......؟'' عرین نے اسی موڈ سے پوچھا۔

''وہ مجھے فرور اسٹڈیز کے لیے اسپانسر کر رہے ہیں۔''

''فرور اسٹڈیز......؟'' عرین نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ہاں لیہا آسٹریلیا جانا چاہ رہی ہے مزید پڑھنے کے لیے تو انہوں نے مجھے بھی آفر کی کہ تم بھی آسٹریلیا سے ڈگری لے لو...... سمجھو سال کے اندر ہی میرا پی ای کا فائنل رزلٹ آ جائے گا اور مجھے ڈگری ملے گی تب تک میرے کاغذات وغیرہ بھی مکمل ہو جائیں گے۔'' اس نے پُرجوش انداز میں بتایا تو عرین کا دل دھک سے رہ گیا۔

''تم آسٹریلیا جاؤ گے۔ لیہا بھی وہیں پڑھے گی نا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''تو اس میں کیا پرابلم ہے وہ میری منگیتر ہے بلکہ انکل تو میرے جانے کی شرط پر ہی اسے بھجوا رہے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہوں گا...... ورنہ اتنی دور اکیلے اسے بھجوانے پر مان ہی نہیں رہے تھے۔ لیہا نے تو بہت ضد کی تھی۔'' اسید نے حسبِ عادت کندھے اچکا کر کہا تو عرین نے ایک گہری سانس بھری۔

"تم تصور تو کرو عرین...... میرا فیوچر کتنا برائٹ ہونے جارہا ہے...... اماں بھی سنیں گی تو کتنا خوش ہوں گی۔" وہ چمکتی آنکھوں سے بولا۔

"اور پھر ہائیر اسٹڈیز کرنے کے بعد کیا ہوگا؟" عرین نے پوچھا۔

"دیکھتے ہیں یا تو ہم وہیں جاب کرلیں گے یا وطن واپس آجائیں گے ویسے ایہا کے ددھیال کی طرف سے کافی ریلیٹو برسوں سے وہیں مقیم ہیں۔" اسید نے مگن انداز میں بتایا۔ عرین خاموش سی اسے دیکھتی رہی۔

"اوکے تم لاؤنج کی لائٹس وغیرہ آف کرکے اپنے کمرے میں جانا...... میں چلتی ہوں۔" پھر اس نے اسید کو ہدایت کی اور پلٹنے لگی۔

"عرین تمہیں اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہوئی کہ میرا فیوچر اچھا بننے جارہا ہے۔" اسید کی بات پر وہ رک گئی۔

"فیوچر تو تمہارا کہیں بھی بن سکتا ہے اسید...... تم اتنے ذہین ہو...... میں تو پھپو کا سوچ رہی ہوں وہ تمہارے اتنی دور جانے سے افسردہ ہوں گی۔"

"یہاں میرا فیوچر نہیں بن سکتا عرین...... قسمت مجھے موقع دے رہی ہے تو میں اسے ضرور حاصل کروں گا رہی بات اماں کے افسردہ ہونے کی تو بیٹے کے اچھے مستقبل کے لیے انہیں قربانی دینی ہی ہوگی۔ اِدھر ارحم بھائی ہیں، تم ہو، رمشہ ہے۔" اسید ٹھوس لہجے میں بولا تو وہ چپ سی ہوکر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اسید کا فیوچر اپنی جگہ مگر پھپو کی متوقع پریشانی اسے بے چین کرگئی تھی۔

☆☆☆

وہ سین اوکے کرواکے تھکے تھکے انداز میں صوفے پر بیٹھا اور جیب سے موبائل نکال کر ٹائم دیکھا رات کے بارہ بجنے ہی والے تھے۔

عماد نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ آج ایک سین کے لیے بار، بار ری ٹیک کرنے پڑے تھے اور وجہ تھی اس کے مقابل نئی لڑکی کمشیل...... جو اپنی کمزور اداکاری کی بدولت ساری ٹیم کا دردِ سر بنی ہوئی تھی۔ "رمشہ صحیح کہہ رہی تھی یہ لڑکی بہت اوور ایکٹنگ کرتی ہے۔" عماد نے سوچا۔

جانے وہ کتنی دیر ایسے ہی بیٹھا رہتا جب اچانک نرم ہاتھوں سے کسی نے اس کی بند آنکھیں ڈھانپ لیں۔ عماد نے فوراً یہ لمس پہچان لیا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو......" نشا کی پُرجوش آواز اور تالیوں کے شور سے وہ چونک کر سیدھا ہوا۔ اور نشا کے ہاتھ اپنی آنکھوں سے ہٹائے۔

سامنے کا منظر بہت خوش کن تھا...... سینٹر ٹیبل پر ایک خوب صورت سا کیک چاکلیٹس اور دل کی شیپ کے غبارے رکھے تھے...... اس کے ساتھ ڈرامے کی ٹیم کے بیشتر لوگ اس کے لیے زوردار تالیاں بجاتے وش کررہے تھے۔

"سرپرائز......!" نشا گھوم کر سامنے آئی اور عماد کے پاس بیٹھ کر اس کے ہاتھ میں ایک نفیس سی چھری تھمادی۔

"کیک کاٹو...... اس کے کہنے پر عماد نے کیک پر چھری پھیری ہال کمرا پھر تالیوں سے گونجنے لگا...... نشا نے اپنے ہاتھ سے اسے ایک کیک پیس کھلایا...... کئی موبائل کیمرے کے فلیش دونوں پر پڑے۔ عماد نے ایک اور پیس کاٹ کر نشا کے منہ میں ڈالا تو ہال سیٹیوں اور تالیوں سے پھر گونجا۔

"دِس از فار مائی لو......" نشا نے نزاکت سے خوب صورت سا گفٹ پیک عماد کو دیا اور کچھ قریب آکر اپنا گال عماد کے گال سے مس کیا۔

"اوئے ہوئے......" پاس کھڑے لوگوں نے معنی خیز آوازیں کسیں اور یہ منظر بھی کیمرے کی آنکھ میں محفوظ ہوا۔

پھر اسی خوشگوار ماحول میں چہلیں کرتے ہوئے کیک اور پیزا کھایا گیا...... عماد کی تھوڑی دیر پہلے والی تھکن یکسر غائب ہوچکی تھی اب وہ نشا کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے خوب چہک رہا تھا۔

☆☆☆

"رمشہ یہ دہی فریج میں رکھ دو اور دودھ ابھی ابال لو ورنہ خراب ہوجائے گا۔" عرین نے جلدی، جلدی کچن سمیٹتے ہوئے رمشہ سے کہا۔

"میں رحاب کو دیکھوں نیند سے اٹھ گئی ہوگی۔" پھر اس نے سلیب پر کپڑا پھیرا اور اسٹینڈ پر لٹکایا اور ایک نظر رمشہ پر ڈالی جو نہ جانے کن خیالوں میں گم تھی کہ دہی کو تھیلی سے نکال کر دیگچی میں ڈالا اور چولہے پر چڑھا دیا۔

''ارے یہ کیا کر رہی ہو رمشہ...... یہ دہی ہے دودھ نہیں۔'' عرین نے آگے بڑھ کر چولہے کا والو بند کیا۔

''اوہ سوری......'' رمشہ جیسے کسی خیال سے چونکی۔

''کیا ہو گیا رمشہ...... میں دیکھ رہی ہوں آج کل تمہارا دماغ کسی کام میں حاضر نہیں...... ہر وقت کھوئی کھوئی رہتی ہو۔'' عرین نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے پوچھا۔

''عرین بھابی......'' رمشہ کو جیسے ایسی ہی کسی ہمدردی کی ضرورت تھی فوراً عرین سے لپٹ کر رو پڑی۔

''ارے......'' عرین گھبرا ہی گئی۔ ''رمشہ جانی کیا ہوا ہے مجھے بتاؤ۔'' اس نے رمشہ کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''عرین بھابی...... اِدھر آیئے......''

''اچھا ٹھہرو پہلے اس دودھ اور دہی کو تو اس کی درست جگہ رکھ دوں۔'' یہ کام کر کے اب رمشہ اسے لے کر اپنے کمرے میں آ گئی بیڈ پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا اور ایک مشہور میڈیا پیج کی پوسٹ اسے دکھائی۔

عرین کی پیشانی پر بل سا پڑ گیا...... وہ پوسٹ کی تصاویر اور اس کا کیپشن دیکھ کر بے چین ہوئی۔

''مشہور ڈراما اسٹار اور ماڈل عماد حسن نے معروف ماڈل نشا سے اپنی انگیجمنٹ کا اعلان کر دیا...... ان کی سالگرہ کے موقع پر دونوں نے اپنے ریلیشن کو پبلک کرتے ہوئے سال کے آخر تک اپنی شادی کا عندیہ دے دیا۔'' عرین نے بانہوں میں بانہیں ڈالے نشا اور عماد کی تصویر سے نظر چرا کر رمشہ کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

''کیا پتا یہ نیوز فیک ہو۔ آج کل تو اپنا پیج یا چینل ہٹ کرنے کے لیے ایسی سنسنی خیز خبریں پھیلا دیتے ہیں کہ حد نہیں......'' اس نے رمشہ کو امید دلائی۔

''نہیں عرین بھابی میں نے اخبار اور میگزین میں بھی دیکھا ہے...... یہی خبر گردش کر رہی ہے۔'' رمشہ نے اداسی سے کہا۔

''آنٹی ایسا نہیں ہونے دیں گی رمشہ...... تسلی رکھو...... بچپن سے انہوں نے تمہیں عماد کے لیے مانگ رکھا ہے...... اپنی زبان سے وہ پھر نہیں سکتیں۔'' عرین نے ایک بار پھر مثبت رخ دکھایا۔

غزل

زندگی کا غم کریں کس لیے
اپنی آنکھیں نم کریں کس لیے

تم ہمارے ہو ہمیں یہ ناز ہے
ہم محبت کم کریں کس لیے

ہر کسی کا ظرف دیکھا جائے گا
دشمنی بھی کم کریں کس لیے

تم ہماری جستجو کا باب ہو
خواہشوں کو کم کریں کس لیے

شاعرہ: فریدہ جاوید فری، لاہور

☆☆☆

میری پسند

جس طرح بھی طے ہوا یہ فاصلہ اچھا لگا
پہلے وہ اچھا لگا پھر آئینہ اچھا لگا

پہلے ہم اِک دوسرے کے سائے میں چھپتے پھرے
اور اس کے بعد پھر جو کچھ ہوا اچھا لگا

از: جویریہ سہیل، کراچی

''وہ اگر نشا سے شادی پر اڑ جائے تو آنٹی کیا کر سکتی ہیں۔'' رمشہ کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

''اس سے قبل بھی کتنی دفعہ ایسی خبریں آئی ہیں، اس نے کب کسی سے باقاعدہ شادی کر لی۔ یہ شوبز ہے پگلی اس میں ایسا چلتا رہتا ہے۔'' عرین نے اس کے بہتے آنسو صاف کیے۔

''اس سے قبل اتنے وثوق سے اس کی منگنی کی خبر کہیں نہیں لگی بھابی۔'' رمشہ ہنوز روتی رہی۔

''پگلی بہنا تم رونا تو بند کرو...... میں پھپو سے بات کرتی ہوں وہ آنٹی سے پوچھیں تو سہی کہ اصل ماجرا کیا ہے۔'' عرین نے اسے کھینچ کر گلے سے لگایا اور تھپکنے لگی۔

☆☆☆

''کیا کرو گے باہر جا کر یہیں پڑھ لو جتنا پڑھنا ہے۔'' نصرت بیگم نے بیٹے کو دیکھا جو اڑیل پن سے اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

''اماں ایک تو مجھے ایک زبردست موقع مل رہا ہے اپنا فیوچر بنانے کا اور آپ بلا وجہ روکنے کی کوشش کر رہی ہیں۔'' اسید نے چڑ کر کہا۔

''کیا رکھا ہے یہاں...... اس ڈگری کو لے کر منسٹر نہیں لگ جاؤں گا...... جوتیاں چٹخا، چٹخا کر کہیں چالیس، پچاس ہزار کی نوکری ملے گی۔'' وہ مزید بولا۔

''تو چالیس، پچاس ہزار کیا کم ہیں؟'' نصرت بیگم کو تعجب ہوا۔

''ہوتا کیا ہے اتنے پیسوں میں؟'' اسید نے ماں کی حیرت پر سر جھٹکا۔

''ارحم نوکری سے کم و بیش اتنا ہی کما رہا ہے اور مطمئن ہے۔ اچھی گزر بسر ہو رہی ہے۔'' نصرت نے جتایا۔

''بھائی کی مثال مت دیں اماں وہ شروع سے ہر حال میں مطمئن ہیں۔'' اسید نے منہ بنا کر کہا۔

''صبر والا شکر گزار بچہ ہے اسی لیے اللہ نے اسے اچھی بیوی سے نوازا ہے جو نہ خود حریص ہے نہ میاں کو حرص کرنے پر اکساتی ہے۔'' نصرت نے در پردہ اسید کو کیا سنایا تھا وہ سمجھ گیا۔

''ترقی کرنا آگے بڑھنے کا خواب دیکھنا حرص نہیں ہے اماں، عقلمندی ہے۔ بیوی ہی شوہر کو پش کرتی ہے ترقی کے لیے۔ آپ نے سنا نہیں ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔'' اسید نے بھی دبے لفظوں لیبا کی سائڈلی۔ نصرت بیگم اب کے بالکل خاموش ہو گئیں۔

''اماں فکر مت کریں...... اگر خدا نے راہیں کھولی ہیں تو شکر کریں۔ بیٹوں کے مستقبل کے لیے تو مائیں کیا کچھ قربان کرتی ہیں آپ مجھے خود سے دور نہیں جانے دے رہیں۔ میرا فیوچر بن رہا ہے آپ یہ کیوں نہیں سوچتی۔'' اسید ماں کے قریب آ بیٹھا اور ان کے کندھے دبائے۔

''تو اب تک میں نے کوئی قربانیاں نہیں دی تم بچوں کے لیے؟ تمہارے بابا کے گزرنے کے بعد تم لوگوں کو پال پوس کر پڑھا لکھا کر کسی قابل نہیں بنایا؟''

نصرت بیگم کو اس کی بات سے صدمہ ہوا۔

''بالکل دی ہیں...... تبھی تو کہہ رہا ہوں اتنا کچھ کرنے کے بعد اب اس بات کو لے کر آپ متامل کیوں ہو رہی ہیں...... مجھے دل کی خوشی سے اجازت دیں...... اور ابھی کون سا میں فلائٹ پکڑ کر آسٹریلیا پہنچ جاؤں گا۔ سات آٹھ ماہ تو لگیں گے۔ میرا رزلٹ آ جائے...... تب تک آپ اپنا مائنڈ بنا لیں۔'' اسید نے اس بار نرم لہجے میں سمجھایا۔

''بیٹا تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میں اب کیا کہوں۔'' نصرت بیگم نے ایک سانس بھری۔

''آپ کچھ مت کہیں بس دیکھتی جائیں کہ آپ کا بیٹا کتنی ترقی کرتا ہے۔'' اسید نے ان کے کندھے پر سر رکھ دیا تو وہ بھرے دل سے اس کے بال سہلانے لگیں۔

☆☆☆

''عماد تمہیں اس عمر میں آ کر میرے سفید بالوں میں خاک ڈالنی تھی...... ٹی وی پر ہیرو بن کر تم نے کم باپ دادا کی مٹی خراب کی جو اب ایک بے دید ماڈل سے شادی رچانے کھڑے ہو گئے ہو۔'' عفیفہ بیگم نے صدمے کے زیر اثر بیٹے کو دیکھا جس کے چہرے کے تاثرات میں اپنے فیصلے کو منوانے کی سختی در آئی تھی۔

''اماں جب میں نشا سے شادی کے لیے خود کو کمفرٹیبل فیل کرتا ہوں تو آپ کیوں بے چین ہو رہی ہیں...... ہماری فیلڈ ایک ہے ہماری ترجیحات، خواہشات ملتی جلتی ہیں سب سے بڑھ کر ہم دونوں میں انڈراسٹینڈنگ ہے جو اس رشتے کے لیے ضروری چیز ہے۔'' عماد نے اکھڑے لہجے میں ماں کو آگاہ کیا۔

''اور...... رمشہ اس کا کیا ہوگا جسے میں بڑے استحقاق سے تیری دلہن مانتی آئی ہوں۔''

''تو یہ آپ کی غلطی ہے میری نہیں۔ میں نے تو آپ سے نہیں کہا تھا کہ اسے پنگوڑے میں لیٹے، لیٹے میری دلہن بنانے کا سوچ لیں۔'' عماد کا انداز گستاخانہ ہو گیا تو عفیفہ دوپٹا چہرے پر رکھ کر چھکوں پھکوں رونے لگیں۔

''یہ دن دیکھنے کے لیے تجھے پالا پوسا تھا کہ ایک غیر لڑکی کی حمایت میں تو مجھ سے بدتمیزی کرے۔''

''سوری اماں......!'' وہ فوراً دھیما پڑا اور ماں کے پاس بیٹھ کر ان کے کندھے پر بازو پھیلا دیا۔

"جا میں نہیں بولتی تجھ سے......" عفیفہ نے بھرپور ناراضی سے اسے پرے کیا۔

"اماں مجھے معاف کر دیں...... میں تھوڑا جذباتی ہوگیا تھا ورنہ آپ سے بدتمیزی کا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ پلیز رونا بند کریں۔" اس نے ماں کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"ہاں بڑی عزت کرتا ہے ناں میری...... اتنی عزت کرتا ہے تو میری زبان کا بھرم رکھ اور چل میرے ساتھ رمشہ کا رشتہ لینے۔" عفیفہ نے بھاری آواز میں کہا تو وہ ساکت رہ گیا۔

"اماں...... میں رمشہ سے شادی نہیں کر سکتا...... بتایا تو ہے میں نشا سے پیار کرتا ہوں اور اسی کو اپنا ہمسفر بنانا چاہتا ہوں۔"

"اس چڑیل نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ میرے بیٹے میں کہتی تھی ناں یہ چکاچوند تیری آنکھیں چندھیا دے گی چھوڑ دے یہ فلمیں ڈرامے...... دیکھ لیا تجھے پھانس لیا ناں انہوں نے اپنے جال میں۔" وہ بولتے ہوئے بیٹے کو خود سے لگا کر بولیں تو عماد کا دل اپنا سر پیٹنے کو چاہا۔

"اماں میں ننھا بچہ نہیں جو اس طرح پھانس لیا جائے۔"

"بیٹا ایسی لڑکیاں گھر نہیں بسایا کرتی جن کو باہر کی دنیا کی لت لگی ہو......" اب کے انہوں نے بیٹے کو دوسری طرح سے سمجھایا۔

"رمشہ گھریلو اور حیادار بچی ہے...... مجھ سے گھر میں رل مل کر رہے گی۔ وہ ہمارے مزاج سے اور ہم اس کے مزاج سے واقف ہیں۔ دوسری نہ جانے کس مزاج کی آ جائے...... کیا پتا چلتا ہے...... لوگ تو اپنے چہروں پر پرتیں لگائے پھرتے ہیں۔ بظاہر یہ لڑکی تجھے اچھی دکھائی دے رہی ہے شادی کے بعد اصل چہرہ دکھا دے تو کیا کرے گا۔"

وہ عماد کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر کہتی رہیں۔

"آپ نشا کو نہیں جانتی اماں...... وہ باہر سے ماڈرن مگر اندر سے سادہ دل لڑکی ہے اس میں اپنی خوب صورتی کا کوئی غرور نہیں...... اور سب سے اہم بات میں اس سے محبت کرتا ہوں جو میں رمشہ سے مر کر بھی نہیں کر سکتا۔"

"خدا نہ کرے کیسی باتیں کرتا ہے عماد۔" عفیفہ نے بیٹے کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اماں خدا کی قسم اگر نشا مجھے نہیں ملی تو میں مر جاؤں گا۔" عماد نے ماں کو نرم پا کر فوراً کہا تو وہ دہل گئیں۔

"میں نے منع کیا ناں مرنے کی بات نہ کر مجھ سے...... تیرا باپ بھی مجھے چھوڑ کر گزر گیا...... ایک تو ہی میرا سہارا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تیرے لیے ہی میں جی رہی ہوں۔" انہوں نے اب کے عماد کو ہلکا سا تھپڑ بھی لگایا۔

"اماں میں سچ کہہ رہا ہوں میں نشا کو دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔ آپ کو میں عزیز ہوں تو میری محبت بھی عزیز ہونی چاہیے۔ رمشہ کے ساتھ میری کوئی دلی وابستگی نہیں...... نہ ہی اعلانیہ کوئی تعلق جڑا ہے...... جسے ختم کرنا مشکل ہو...... میں نے اس سے نکاح نہیں کر رکھا...... زبانی بات چیت کی اہمیت نہیں ہوتی...... آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ آپ اپنے بیٹے کی خوشی دیکھیں بس۔" عماد نے انہیں جذباتی بلیک میل کیا۔

"تیری منگنی کر ہی دیتی رمشہ سے تو اچھا ہوتا...... پھر تو اس طرح رسے تڑوا کر نہیں بھاگ سکتا تھا۔" وہ ہاتھ ملنے لگیں۔

"چھوڑو اماں سب کا نصیب اپنا، اپنا ہوتا ہے اس کی قسمت میں مجھ سے اچھا لڑکا لکھا ہوگا۔ ویسے بھی وہ میرے ساتھ سوٹ نہیں کرتی...... مجھے بولڈ اور بیوٹی فل لڑکیاں اچھی لگتی ہیں۔" عماد نے ماں کو تسلی دی۔

"رمشہ بھی ہزاروں سے خوب صورت ہے۔" انہوں نے فوراً جتایا۔

"ہوگی مگر مجھے نہیں لگتی۔" عماد نے کندھے اچکائے۔

"خیر ہم دونوں کا پلان اگلے دو، تین ماہ تک شادی کرنے کا ہے آپ تیاری شروع کر دیں۔" پھر اس نے اسی انداز میں بتایا۔

"منگنی تو تو نے اپنے طور کر ہی لی ہے اسی طرح شادی بھی کر لے...... مجھ سے تیاری کرنے کا تکلف بھی کیوں کروا رہا ہے۔" وہ خفا خفا سی بولیں تو عماد ان سے لپٹ گیا۔

"ماں میری دلہن کو آپ ہی تو اس گھر میں لائیں گی...... میری مجال کہ اکیلے ہی اسے اٹھا لاؤں...... باقی یہ منگنی جسٹ میڈیا فیم کے لیے کی ہے دشمنوں کا دل بھی تو جلانا تھا اور کچھ ریٹنگ بھی حاصل کرنی تھی۔" عماد کی بات پر عفیفہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"آپ نہیں سمجھو گی اماں...... آپ بس اب اکلوتے بیٹے کے سر پر وہ کیا ہوتا ہے، جس میں کچھ لڑیاں وڑیاں ہوتی ہیں وہ سجانے کا سوچو۔" عماد نے خوشدلی سے کہا۔

"سہرا......" عفیفہ نے یاد دلایا۔

"ہاں وہی سہرا......" وہ مزید ہنسا۔ عفیفہ نے بیٹے کے وجود سے پھوٹتی خوشی کی لہریں شدت سے محسوس کیں۔

"میں اب نصرت سے نظریں کیسے ملاؤں گی......" انہوں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا تھا۔

☆☆☆

"بعض دفعہ اڑنے کے لیے پروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر آکاش بانہیں پھیلا کر سامنے کھڑا ہو تو اس کی محبت آپ کو بنا پر ہی پرواز کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔" اسید چارپائی پر چت لیٹا اپنے ہاتھوں کا تکیہ بنائے نیلے آکاش کو تکتے ہوئے بولا تو صحن میں جھاڑو کی مدد سے بکھرے پتے سمیٹتی رمشہ نے ایک اچٹتی نظر آسمان پر ڈالی جہاں ایک جہاز اڑتا دکھائی دے رہا تھا...... اس کی آنکھوں پر دھند چھانے لگی۔ جسے اس نے قمیص کی آستین سے رگڑ کر صاف کیا۔ آج کل تو خواہ مخواہ ہر بات پر دل بھر آتا تھا بیٹھے بٹھائے آنکھوں سے آنسو نکل آتے تھے۔

"آسمان کی کشش زمین سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ زمین صرف آپ کے پیر باندھتی ہے آسمان تو آپ کے سارے وجود کو باندھ لیتا ہے۔" اسید نہ جانے کس سے مخاطب تھا رمشہ نے پتے ایک بڑے سے شاپر میں اکٹھے کر کے ڈسٹ بن میں ڈال دیے۔

"کاش ہم اپنے دکھ درد بھی اسی طرح سمیٹ کر کسی کچرے دان میں پھینک سکتے۔" اس نے ایک سانس بھری اور اٹھ کھڑی ہوئی...... کل ہی تو عفیفہ بیگم نے آ کر بے حد شرمندگی سے بیٹے کی ضد اور لومیرج کرنے کے حتمی فیصلے سے ان کو آگاہ کیا تھا اماں تو چپ کی چپ ہی رہ گئی تھیں...... عرین بھابی نے بھرپور ناراضی کا اظہار کیا تھا...... ارحم بھائی نے نصیب کا کہہ کر چپ سادھ لی اور اسید...... اس نے کوئی خاص تاثر نہیں لیا اس بات کا...... ویسے بھی وہ آج کل اپنی مستی میں مگن تھا...... اس کی کیئرنگ نیچر لیبا سے منگنی کے بعد نہ جانے کہاں جا سوئی تھی...... وہ اب صرف اور صرف اپنے مستقبل کے بارے میں فکرمند رہا کرتا تھا۔

"رمشہ پھپو......" رحاب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دوڑی آئی تو رمشہ نے صحن میں لگے بیسن سے جلدی اپنے ہاتھ دھوئے اور بھتیجی کو گود میں اٹھالیا۔

"پھپو ماما پاس جانا......" وہ گود میں آتے ہی مچل کر نیچے اترنے لگی۔

"ارے ابھی تو گودی میں آئی ہو، ابھی سے جانے کی پڑی ہے۔" رمشہ نے اسے خود میں بھینچ لیا۔ رحاب کی عادت تھی کسی کی گود میں ٹکتی نہیں تھی ایک بندہ اٹھاتا تو دوسرے کو یاد کرنے لگتی۔

"رحاب آؤ چاچو کے پاس آؤ......" اسید چارپائی سے اٹھا اور رمشہ کے سامنے آ کر رحاب کی طرف ہاتھ پھیلا دیے...... رحاب فوراً اسید کی گود میں چلی گئی۔

"میری گڑیا......" اسید نے اسے گال پر پیار کیا۔

"چاچو، پھپو پاس جانا......" وہ حسبِ عادت رمشہ کی طرف لپکی۔

"تم تو بہت بے وفا ہو بالکل کسی سیاستدان کی طرح پارٹی بدلنے کی جلدی ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ماما پاس جانا......" اب رحاب نے عرین کو نزدیک آتے دیکھ کر اپنا رخ اس طرف کر لیا۔

"عرین بھئی یہ کیسی پولیٹیکل بچی ہے تمہاری...... زیادہ دیر کسی ایک کی بن کر رہتی ہی نہیں۔" اسید نے رحاب کو عرین کی گود میں دیتے ہوئے مصنوعی شکوہ کیا۔

"جلد بازی اور بے صبری میں اپنے چاچو پر گئی ہے۔" عرین نے بچی کو اپنی بانہوں میں بھرتے ہلکا سا طنز کیا۔

"اس کا مطلب ہے مستقبل میں بہت ترقی کرنے والی ہے ہماری گڑیا۔" اسید نے جتانے والے انداز میں کہا تو عرین نے منہ بنایا۔

آج کل ان دونوں کے درمیان سرد جنگ چھڑی ہوئی تھی عرین مکمل ساس کی طرف دار تھی جو اسید کے باہر جانے کے فیصلے سے بالکل خائف تھیں، اُن کا خیال تھا کہ لیبا اور اس کی ماں اسید کو ان سے ہمیشہ کے لیے دور کر دینے کی کوشش کر رہی تھیں...... تو دوسری طرف لیبا کے پاپا اپنے پیسے سے اس کو اپنا غلام بنا کر رکھنے کا پلان بنائے ہوئے تھے...... ان کو اپنا بیٹا مگر معصوم نظر آتا تھا

جس کو ضد کرنے کی عادت بچپن سے تھی...... لیکن عرین کی نظر میں اسید اس معاملے میں ہرگز معصوم نہیں تھا...... اس کے اپنے ایما پر باہر جانے کی پلاننگ ہوئی تھی۔ عرین کو اس کے آگے پڑھنے یا بڑھنے پر کوئی اعتراض نہ تھا بس اپنی پیاری پھپھو کی بے چینی اور پریشانی اس سے دیکھی نہیں جاتی تھی...... اسے اسید جانے کیوں اب بہت خود غرض دکھائی دیتا۔ جس کو اپنی ماں کے جذبات کی کوئی پروا نہیں تھی جس نے بیوگی کے بعد تن تنہا اور بہت حوصلے سے اس کی پرورش کی تھی۔

''تم مجھ پر آج کل طنز کی برسات کچھ زیادہ نہیں کر رہی۔'' وہ عرین کے پیچھے، پیچھے سٹنگ روم میں چلا آیا۔

''جو دیکھتی ہوں سوچتی ہوں وہ کہہ دیتی ہوں تمہیں طنز لگتا ہے حیرت ہے۔'' عرین نے پلٹ کر اسے بغور دیکھ کر کہا۔

''حیرت ہے تم میں محسوس کرنے کی حس ابھی موجود ہے۔'' وہ رحاب کو تھپکتے زور دے کر بولی تو اسید کی پیشانی پر بل پڑا۔

''پھر طنز کیا......؟'' وہ ناراضی سے بولا۔

''ہاں کیا...... تمہیں فرق پڑتا ہے کیا۔'' عرین نے بھی خفا، خفا لہجے میں کہا۔

''کیوں نہیں پڑتا...... اماں مجھ سے ناراض، بھائی بھی ناراض، تم بھی ناراض...... مجھے فرق نہیں پڑے گا کیا؟'' اسید نے الٹا اس سے پوچھا۔

''نہیں پڑنا چاہیے بس تم اپنی خوشی میں خوش رہو اور آنکھیں بند کر کے دن گنو فلائٹ پکڑنے کے۔'' عرین غصہ ہو کر بولی۔

''اپنا فیوچر بنانے ہی تو جا رہا ہوں...... اس میں کون سا گناہ ہو گیا ہے کہ گھر کے سبھی افراد منہ بنا کر پھر رہے ہیں۔'' وہ جھنجلایا۔

''کوئی گناہ نہیں ہوا تم ٹینشن مت لو...... بس لائف انجوائے کرو۔'' عرین ہنوز اسی ٹون میں بولی۔

''عرین پلیز کم از کم تم تو مجھ سے اس طرح بات مت کرو۔ بچپن سے ہم ساتھ رہے ہیں۔ تم میری نیچر جانتی ہو۔ مجھے سمجھتی ہو...... تم اماں کو میرے لیے منانے کے بجائے مجھ سے ہی الجھ رہی ہو...... مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔'' اسید نے بے بسی سے کہا تو عرین نے ایک سانس بھری۔

''تم سے کچھ بھی کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے تم کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتے...... رہی بات اماں کی تو وقت کے ساتھ خود ہی ٹھیک ہو جائیں گی تم بے فکر رہو۔''

''اور تم...... تم اپنا سوجا ہوا منہ کب سیٹ کرو گی...... کتنے دنوں سے باتیں جمع کر رکھی ہیں کس سے شیئر کروں تمہیں ہی تو سناتا ہوں۔'' وہ بے چینی سے بولا۔

''بہتر ہے اب تم اپنی تمام باتیں اپنی ہونے والی نصفِ بہتر سے شیئر کیا کرو۔'' عرین نے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔

''اس سے شیئر کروں اپنے دل کی باتیں۔'' اسید نے جیسے عرین سے سوال کیا۔

''ہاں تو اور کس سے کرنی ہیں؟''

''وہ بات، بات پر ناراض ہو جانے والی نک چڑھی...... میری کسی بات پر خفا ہو جائے تو دنوں منانا پڑتا ہے...... تم ایسی تو نہیں ہو ہر بات سن لیتی ہو...... اور ناراض ہونا تو تمہیں آتا ہی نہیں۔'' اسید نے انجانے میں پھر عرین کا موازنہ لیہا سے کیا۔

''پھر ایسی نک چڑھی سے رشتہ ہی کیوں بنایا اور بنا ہی لیا ہے تو صبر سے گزارہ کرو۔ میرے پاس تمہاری لیہا کے رونے سننے والی باتوں کے لیے وقت نہیں او کے۔'' عرین اطمینان سے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی...... اسید نے بے بس نظروں سے اسے جاتے دیکھا۔

☆☆☆

''آسماں بدلا ہے نہ زمیں بدلی ہے
ہم تیری محبت میں سرتاپا بدلے ہیں''

عماد نے نشا کے مہندی سے مہکتے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر لبوں سے لگایا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

''تم آج میری بن کر میرے گھر میں موجود ہو یقین نہیں آ رہا نشا......'' عماد نے بے خودی سے کہا تو نشا نے اپنی ہنسی دبائی اور اس کے ہاتھ پر چٹکی کاٹی۔

''اف مار دیا ظالم......'' وہ نشا کے سامنے مصنوعی درد سے کراہتے ہوئے لیٹ گیا۔

''او ہیرو...... مجھے پتا ہے میری چٹکی میں اتنی جان نہیں کہ تمہاری سالڈ اسکن کو نیل کروا سکے...... اس لیے ایکٹنگ بند

کرو۔“ نشانے اپنے نازک ہاتھ کا مکا اس کے سینے پر مارا۔
”خدا کی قسم...... سچ کہہ رہا ہوں......تم پوری قاتل حسینہ ہو۔“ میرا دل تمہاری موجودگی کی خوشی میں میرے سینے میں ناچ رہا ہے۔“ عماد نے اس کی مٹھی کھول کر مین دل کی جگہ ہاتھ رکھ دیا...... اس کی دھڑکنیں اتنی تیز دھڑک رہی تھیں کہ نشا کا ہاتھ ہلکا سا لرز اٹھا۔
”اب یقین آیا......“ عماد نے اسے ہلکا سا اپنی طرف کھینچا تو وہ تقریباً اس پر آ گری۔ اس کی قربت کی خوشبو سے نشا کی اپنی دھڑکنیں تیز ہونے لگی تھی۔ وہ بہت بولڈ ہونے کے باوجود شرما سی گئی۔
”آج کی تاریخ میں مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی ہوگا جس کی بانہوں میں اس کی کل متاع آ سمائی ہو۔“ عماد نے نشا کے وجود کے گرد اپنے بازو کا حصار کر کے جذبات سے بوجھل آواز میں کہا تو نشا نے ناز سے نفی میں گردن ہلائی اور پھر اپنی آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

”بعض راتیں بہت لمبی ہوتی ہیں کاٹے نہیں کٹتیں۔“ رمشہ نے کروٹ بدلتے ہوئے سوچا۔
آج عماد کی شب عروسی تھی اور اس کی شب غم......
بظاہر عماد سے اس کا کزن کے علاوہ کوئی باقاعدہ تعلق نہ جڑا تھا...... منگنی ہوئی تھی نہ ہی نکاح۔ بس زبانی کلامی باتیں تھیں۔ مگر پھر بھی وہ اس کو اپنے مستقبل کے شریک حیات کے طور پر سوچتی تھی اور یہ سوچ اس کے ذہن میں عفیفہ خالہ اور خالو جان نے ہی ڈالی تھی۔ وہ بچپن ہی سے رمشہ کو ہماری بہو...... ہمارے عماد کی دلہن کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ نصرت بیگم نے بار ہا بہن کو ٹوکا کہ بچی کے لیے بہو اور دلہن جیسے الفاظ وقت سے پہلے نامناسب ہیں مگر دونوں میاں بیوی یک زبان ہو کر کہتے کہ بچی ہماری ہی ہے، ہم نے اپنے گھر عماد کی دلہن بنا کر لے جانی ہے تو پھر کیوں نہ ہم اپنا دل ٹھنڈا کریں۔

خالو جان عید بقر عید ڈھیر ساری چیزیں خصوصی طور پر رمشہ کے لیے لاتے اور کہتے یہ ہماری بہو کی عیدی ہے۔ اماں بس ہنس پڑتیں۔
عماد شروع سے ریزورڈ طبیعت لڑکا تھا...... ان کے گھر آتا تو زیادہ بات چیت نہیں کرتا تھا...... رمشہ نے شعور میں قدم رکھتے ہی خالہ اور خالو جان کی باتوں کا مفہوم جان لیا تھا سو وہ خود عماد کو سامنے پا کر شرمائی رہتی۔
پھر خالو جان کی وفات ہوگئی تب عماد پندرہ سال کا تھا۔ یہ لوگ اپنے تایا جان کے پاس لاہور شفٹ ہو گئے...... پھر رابطے کم ہونے لگے مگر رمشہ کے جذبات وہی رہے۔
سات سال بعد یہ لوگ دوبارہ کراچی واپس آئے تو اس بار عماد پڑھائی سے فارغ ہو کر شوبز سے جڑ چکا تھا۔ رمشہ تب اٹھارہ برس کی تھی۔ اس دفعہ وہ عماد کو ہیرو کے روپ میں اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ دل میں دبی انسیت کی لو پھر سے پوری شدت سے بھڑکی اور روشن ہوگئی۔ وہ اماں اور عرین کے ساتھ عماد کے گھر جاتی کبھی کبھار عفیفہ بیگم عماد کو کھینچ کھانچ کر ادھر لے آتیں...... رمشہ اپنی نگاہوں کو یوں سیراب کر لیتی...... عماد کی طرف سے اب بھی کوئی خاص جذبات دکھائی نہ دیتے بس خالہ دبی زبان سے اپنے عہد رفتہ کے دعوے کو دہرائی رہتیں۔ جو رمشہ کے کانوں میں پڑتے تو وہ کھل سی جاتی۔ عماد کے ساتھ کسی نہ کسی شوبز خاتون کا نام جڑ جاتا تھا رمشہ کچھ پریشان ہوتی پھر وہ خبر دب جاتی۔ رمشہ سوچتی عماد کو شادی تو مجھ سے ہی کرنی ہے۔ چاہے دس لڑکیاں اس کی زندگی میں آئیں۔
رمشہ اب بیس برس کی ہوگئی تھی۔ اس سال گریجویشن کے ایگزام بھی دے دیے تھے نصرت بیگم کا ارادہ اب بہن سے کھل کر بات کرنے کا تھا کہ رمشہ کے رشتے دوسری جگہ سے بھی آ رہے تھے لیکن ابھی وہ کچھ کہہ نہ پائیں اور عماد نے اپنی من پسند لڑکی سے بیاہ بھی رچا لیا۔
نصرت نے طیش میں آ کر بہن کو کھری کھری سنائی اور اس سے ہر قسم کا تعلق قطع کر لیا...... ان کا دل تو نہ جانے ٹھنڈا ہوا یا نہیں پر رمشہ کا دکھ کسی طرح کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔
اس نے صرف لفاظی پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا تھا۔ کچی عمر کے خواب بہت پکے ہوتے ہیں ان کا رنگ تا عمر آنکھوں سے چھڑائے نہیں چھوٹتا۔ وہ لاکھ اپنی آنکھیں دھوتی عماد کا عکس مٹا نہیں سکتی تھی۔
وہ جانتی تھی یہ یک طرفہ پیار تھا مگر اس کو عماد کے بجائے اس کے والدین نے رمشہ کے دل میں بسایا تھا۔
”بڑا ہی ظلم کیا آپ دونوں نے......“ رمشہ نے تصور میں خالہ اور خالو جان کو مخاطب کیا اور ایک سرد آہ بھری تھی۔

☆☆☆

عماد کی شادی کر کے عفیفہ پہلے سے زیادہ تنہا ہوگئی تھیں۔ان دونوں کو گھر میں ٹکنا نصیب ہی نہیں ہوتا تھا...... کبھی ایک کی ریہرسل، کبھی دوسرے کی شوٹنگ، کبھی دونوں کی سیر و تفریح......گھڑی بھر کو گھر آتے کھانا کھاتے پھر چل پڑتے۔

نہ نشا نئی نویلی دلہن نظر آتی نہ عماد ہی لگتا کہ ابھی شادی کی ہے۔ روایتی دعوتیں مارے باندھے اٹینڈ کی جاتیں...... پھر نشا کا لباس جس پر عفیفہ کو سب سے زیادہ اعتراض ہوتا......لیکن وہ اپنی مرضی کی مالک تھی۔ عماد بھی ماں کو یہ کہہ کر چپ کروا دیتا کہ نشا عام لڑکی نہیں ہے۔ یہ جس پروفیشن سے جڑی ہے اس میں یہ سب چلتا ہے۔ عفیفہ پھر کچھ نہ کہہ پاتیں...... رہ رہ کر رمشہ کا معصوم چہرہ آنکھوں کے آگے گھوم جاتا...... ''کس طرح اس کے گالوں پر عماد کے نام پر لالی اترا کرتی۔ کتنی شرم و حیا والی بچی ہے۔'' وہ آہ بھر کر سوچا کرتیں۔ ''میں اگر لڑکپن میں ہی رمشہ سے عماد کا نکاح کر دیتی تو پھر یہ پگلا کہیں جھانک بھی نہیں سکتا تھا...... ہائے مجھ سے بھی دیری ہوگئی۔'' وہ پچھتاوے سے ہاتھ ملتیں۔

حالانکہ نشا مزاج کی بہت اچھی تھی...... نرم خو اور محبت کرنے والی...... پر اس کا پروفیشن اس کی اولین ترجیح تھا جس کے باعث وہ گھر اور ساس کو وقت نہیں دے پاتی تھی...... گھر پر رہنے کا مقصد اس کے نزدیک صرف کھانا یا سونا تھا...... گھر کسی اور کام کے لیے بنا ہی نہیں تھا اور عفیفہ جیسی گھریلو عورت کے لیے گھر ہی سب کچھ تھا۔ یہ نظریاتی اختلاف عفیفہ چاہنے کے باوجود ہضم نہیں کر پا رہی تھیں۔ حالانکہ عماد بھی باہر رہا کرتا تھا لیکن ان کے حساب سے وہ مرد تھا جس کو باہر ہی رہنا تھا اور کمانا تھا۔ مگر شادی سے پہلے جو تھوڑا سا وقت ماں کو دیتا تھا اب وہ اس سے بھی محروم ہوگئی تھیں۔ کوئی گھریلو بیوی ملتی تو اس کی کشش اسے گھر پر رہنے پر مجبور کر سکتی تھی۔

پھر پوتے پوتیوں کو کھلانے کی عفیفہ کی خواہش کو بھی عماد نے چند سالوں پر ٹال کر اپنا ارادہ ابھی سے ظاہر کر دیا کہ وہ دونوں کیریئر کے اس موڑ پر فیملی بڑھانے کا سوچ بھی نہیں سکتے...... عفیفہ یہ سنتے ہی دل مسوس کر کے رہ گئیں۔اب ہر وقت وہ تھیں اور ان کے پچھتاوے۔ بیٹے کی ضد کی خاطر نصرت جیسی بہن کو ناراض کر دیا تھا جس کے ساتھ دن میں کئی بار فون پر بات نہ ہو تو ان کا کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا تھا۔

☆☆☆

''اماں آپ آرڈر دیں...... کیا کھائیں گی......''

اسید نے مینو نصرت کے ہاتھ میں دیا۔ نصرت بیگم نے اپنے پرس سے نظر کا چشمہ نکالا اور بہ غور مینو بک کو دیکھا۔

''بیٹا میرے لیے تو چکن ہانڈی اور نان ساتھ میں ریشمی کباب کر دو باقی تم لوگ جانو۔'' انہوں نے مینو واپس اسید کے ہاتھ میں دیا۔

''اوہ اماں یہ چیزیں تو آپ بغیر مینو دیکھے بھی بتا سکتی تھیں کچھ اسپیشل بتایئے۔'' اسید نے اصرار کیا۔

''مجھے بس یہی چاہیے بیٹا......'' انہوں نے حتمی انداز میں کہا تو اسید نے مینو بک عرین کو تھمائی۔

''عرین تم اور رمشہ مینو سلیکٹ کرو۔'' اس نے کہا تو عرین، رمشہ سے صلاح کرنے لگی۔

''اسید بڑی بھابی کو چار لوگوں کے درمیان تو بھابی کہو۔'' نصرت نے ناگواری سے ٹوکا۔

''کیا اماں...... بھابی بننے سے پہلے یہ میری کزن ہے اور مجھ سے دو سال عمر میں چھوٹی بھی ہے۔'' اسید نے بے پروائی سے کہا۔

''پھر بھی اس کا رشتہ بڑا ہے...... منہ بھر کر نام لیتے ہو۔'' نصرت بیگم کی ناگواری برقرار رہی۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا جب انہوں نے اسید کو اس بات پر ٹوکا ہو...... لیکن وہ لا اُبالی لڑکا ان کی بات مانتا ہی نہ تھا۔ خیر بات تو اس نے اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ لینے کے وقت بھی نہیں مانی تھی۔ انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر سوچا۔

آج اسید کا رزلٹ آیا تھا اور وہ شاندار نمبروں سے پاس ہوگیا تھا اسی خوشی میں فیملی کو ریسٹورنٹ میں ڈنر دیا تھا۔ اس کی کئی مہینوں سے یہ شعوری کوشش تھی کہ گھر والوں سے تعلقات بحال ہو جائیں سب کی خفگی ختم ہو جائے تاکہ جب وہ یہ وطن چھوڑ کر جا رہا ہو تو سب اسے خوشی سے رخصت کریں۔

خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا جا رہا تھا اسید نے رحاب کو اپنی گود میں بٹھایا ہوا تھا کہ بھائی بھابی کو تنگ نہ کرے......

وہ اب اس کو بھرپور طریقے سے تنگ کر رہی تھی۔

''مما پاس جانا، پھپھو پاس جانا....'' اس کی رٹ جاری تھی..... پھر کچھ کھاتی کچھ کھانا اپنے فراک پر گرا دیتی..... کبھی ٹیبل پر رکھی چیزوں کی طرف لپکتی اور کھانے کی ہر ڈش پر ہاتھ مارتی پھر انہی ہاتھوں سے چاچو کا چہرہ اور شرٹ خراب کردیتی۔ عرین نے دو ایک بار رحاب کو اپنے پاس بٹھانے کی کوشش کی مگر اسید نے منع کردیا۔ وہ رحاب کی حرکتیں انجوائے کر رہا تھا۔

''ہیلو اسید.....'' اچانک اس آواز پر سبھی متوجہ ہوئے..... لیہا سامنے ہی کھڑی تھی۔

''ہیلو لیہا!'' وہ اسے اچانک دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''یہاں کیا کر رہے ہو ڈیئر..... تم نے تو مجھے ٹریٹ دینی تھی ناں۔'' لیہا نے اپنے تراشیدہ بال جھٹک کر شکوہ کیا۔

''کل چلیں گے ڈنر پر..... آج تو گھر والوں کے ساتھ آیا ہوں۔'' اس نے ہاتھوں سے پھسلتی رحاب کو کس کر پکڑا اور ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔ نصرت بیگم، رمشہ، عرین اور ارحم سب ان کی طرف دیکھ رہے تھے مگر لیہا نے ان کو سلام کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ وہ بے نیازی سے یوں کھڑی تھی جیسے اسید اور اس کے سوا وہاں اور کوئی نہ ہو۔

''یہ تم نے کیا حالت بنائی ہوئی ہے اس بچی کو تو گود سے اتارو..... جن کی ہے ان کو تھماؤ۔'' اس نے ناک چڑھا کر اسید کے رخسار پر لگا کیچپ انگلی سے صاف کر کے اسے دکھایا۔

''اوہ اس شرارتی بلی نے لگا دیا.....'' اسید نے شرمندگی سے جیب سے رومال نکال کر اپنے چہرے پر پھیرا۔

''اسید کے علاوہ بھی یہاں کچھ لوگ موجود ہیں۔ جو آپ کے قریبی رشتے دار ہونے کے ساتھ ہونے والی سسرال بھی ہے غالباً۔ ان سے سلام دعا کرنے میں کوئی قباحت ہے۔'' عرین اپنی نشست سے اٹھ کر آئی اور رحاب کو اسید کی گود سے لیتے ہوئے لیہا کو جتایا۔

لیہا نے ناگواری سے عرین کو دیکھا پھر بادلِ ناخواستہ حاضرین کو سلام کیا۔

''او کے اسید میں چلتی ہوں۔ کل کا پروگرام یاد رکھنا۔'' اس نے اسید کو ازک ادا سے کہا اور جس طرح آئی تھی اسی طرح واپس چلی گئی۔

اسید نے دوبارہ اپنی کرسی سنبھالتے سب کے خاموش چہروں پر نظر دوڑائی تو دل میں کراہ کر رہ گیا۔

وہ گھر والوں کا موڈ خوشگوار کرنے کی کوششوں میں تھا اور لیہا کے نظر آتے ہی پھر سے ان کے مزاج خراب ہو چکے تھے۔

☆☆☆

''نشہ ہی نشہ ہے
تیری آنکھوں کا
تیری سانسوں کا
تیری چوڑی کا
تیرے کنگن کا''

عماد نے ڈرائیونگ کرتے نشا کا نازک ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا۔

''عمو یہ تم بیٹھے بٹھائے کبھی شاعر کبھی سنگر کیسے بن جاتے ہو۔'' نشا نے ہنستے ہوئے عماد سے پوچھا۔

''تمہاری قربت نے جانم مجھے طائر بنا دیا
کبھی بنایا مصور تو کبھی شاعر بنا دیا''

عماد نے نشا کی جانب جھکتے ہوئے گمبھیر لہجے میں کہا۔

''ہاہا او کے سمجھ گئی میں، اب ذرا کیئر فلی ڈرائیو کرو۔ ہم ہائی وے پر ہیں۔'' نشا نے توجہ دلائی تو وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''نشا تم نہیں جانتی میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تم مجھے نہ ملتی تو میری زندگی کا کوئی مقصد نہ رہتا۔'' عماد نے پیار سے اسے اپنی آنکھوں میں سموتے کہا تو نشا فخر سے مسکرائی۔

''ہائے ظالم ایسے نہ مسکرایا کرو.....'' عماد قربان ہو جانے والے انداز میں پھر اس پر جھک گیا۔

''پھر کیسے مسکراؤں؟'' نشا نے شرارت سے پوچھا اور مسکراتے ہوئے سامنے نظر کی تو دہشت سے چیخ اٹھی۔

''عماد..... !'' عماد نے ہڑبڑا کر اسٹیئرنگ پوری قوت سے گھمایا مگر گاڑی کو ٹرک کی ٹکر سے نہ بچا سکا۔

آخری آواز ایک زوردار دھماکے کی تھی جو عماد کے کانوں نے سنی اور پھر وہ ساعت سے بیگانہ ہو گئے۔

(دوسرا اور آخری حصہ ان شاء اللہ اگلے ماہ)

ناولٹ

کسی یاد کی دہلیز پر

فرح بھٹو

دوسرا اور آخری حصہ

digest novels lovers group ❤❤

"عماد کا ایکسیڈنٹ......" خبر تھی یا دھماکا......

نصرت، بہن کی رقت آمیز لرزتی آواز سن کر پگھل کر پانی بن گئیں...... فوراً اسید کو لے کر اسپتال جانے کے ارادے سے گھر سے نکلنے لگیں تو عماد کے حادثے کا سن کر ڈوبتے دل کو سہارا دیتی رمشہ بھی ان کے ساتھ ہولی۔

تمام راستے جانے انجانے میں دی گئی کسی بددعا پر دل سے معافی مانگتی رمشہ کو اندازہ نہیں تھا کہ اسپتال جاتے ہی ایک بری خبر اس کی منتظر ہوگی۔

نشا کے بے جان وجود کو اسٹریچر پر دیکھ کر اس کے اوسان ہی خطا ہو گئے۔ جیتی جاگتی اسکرین پر اپنے جلوے بکھیرتی لڑکی کیسے لمحوں میں پتھر کی مورت بن گئی تھی۔

عفیفہ حال سے بے حال تھیں...... عماد کو آئی سی یو میں رکھا گیا تھا۔

نشا کے ورثا ضروری کارروائی کے بعد اس کی میت اپنے گھر لے گئے۔ ان کی حالت بیٹی کی جوان موت پر دگرگوں تھی۔ عفیفہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے انہیں رخصت کیا۔ بیٹا زندگی موت کی کشمکش میں مبتلا اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کی محبت زندگی کی بازی ہار گئی تھی۔

بارہ گھنٹے آس و نراس کی کیفیت میں رہنے کے بعد عماد کے ہوش میں آجانے کی خوش خبری سن کر عفیفہ فرطِ مسرت سے سجدے میں گر پڑیں۔

نصرت بیگم اور رمشہ نے بھی اطمینان کی سانس لی۔

عماد نے نیم غنودگی سے پورے ہوش میں آتے کئی بار نشا کا نام لیا...... عفیفہ اسے دیکھنے گئی تو ماں کا چہرہ دیکھ کر بھی نشا کا پوچھا...... نصرت بیگم نے بھاری دل سے نشا کی خیریت بتائی۔ لیکن آئی سی یو سے کمرے میں شفٹ ہوتے ہی اس نے نشا کو یاد کرنا شروع کر دیا...... عفیفہ پریشان ہو گئیں...... عماد سے بہانہ بنایا کہ وہ زخمی حالت میں اسی اسپتال میں داخل ہے تم اسے مل نہیں سکتے۔ آخر دواؤں کے زیرِ اثر وہ کچھ پُرسکون ہوا۔ رمشہ نے اس کی نشا کے

لیے بے چینی شدت سے نوٹ کی۔ اس کا دل بجائے نشا سے جلنے کے رونے لگا...... عماد اپنی محبت سے اسی طرح محروم ہوا تھا جس طرح وہ ہوئی تھی...... کنگی کا غم اس سے زیادہ کون جانتا تھا...... لیکن اس کا محبوبِ حیات تھا وہ اسے دیکھ سکتی تھی جبکہ عماد تو اس تسلی سے بھی محروم تھا...... رمشہ کو اس سے عماد پر بے تحاشا ترس آیا تھا۔

☆☆☆

عماد جیسے، جیسے بہتر ہوتا جا رہا تھا اس کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ نشا کو دیکھنا چاہتا تھا بات کرنا چاہتا تھا۔ عفیفہ بیگم بہانے کر، کر کے تھک چکی تھیں آخر اس کے اسپتال سے ڈسچارج ہونے کا دن بھی آ پہنچا...... اسے بتایا گیا کہ نشا ٹھیک ہو کر گھر جا چکی ہے اور گھر پر اس کا انتظار کر رہی ہے...... وہ خوشی سے گھر آیا مگر خالی گھر دیکھ کر اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔

''آپ نے تو کہا تھا نشا اِدھر میرے ویٹنگ کے لیے میری منتظر ہے مجھے کہاں ہے نشا؟'' وہ بے چینی سے پوچھ بیٹھا۔

''عماد بیٹا، نشا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔'' عفیفہ بیگم کی برداشت جواب دے گئی وہ بے اختیار رونے لگیں۔

''کیا کہا نشا مر گئی ہے؟'' وہ اتنی زور سے چلایا اتنی زور سے کہ گردن کی نیلی نسیں کھنچ گئیں۔ عفیفہ نے روتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''نہیں اماں کہہ دیں یہ جھوٹ ہے...... کہہ دیں وہ زندہ ہے۔ وہ میرے ساتھ کار میں بیٹھی تھی میں نہیں مرا، وہ کیسے مر گئی۔'' عماد نے ماں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بے یقینی سے کہا۔

''وہ اسپتال پہنچنے تک فوت ہو گئی تھی عماد......'' عفیفہ نے بیٹے کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

''بیٹا یہی اللہ کی رضا تھی۔ وہ جسے جب چاہے پیدا

کرے اور جسے جب چاہے دنیا سے اٹھالے..... ہم عاجز بندے اس کی مصلحت کو کہاں سمجھ سکتے ہیں۔''

''اماں میری نشا مرگئی اور آپ نے اتنے دن یہ بات مجھ سے چھپائے رکھی..... آخر کیوں.....؟'' اس بار وہ بے بسی سے پوچھ بیٹھا۔ آنسو قطرہ، قطرہ اس کے رخساروں کو بھگونے لگے تھے۔ عفیفہ کا دل کٹ کر رہ گیا انہوں نے بیٹے کو اپنے گلے سے لگالیا۔

''میں کیا کرتی عماد مجھے تیری زندگی عزیز تھی..... جانے والی تو چلی گئی۔'' انہوں نے رقت آمیز لہجے میں کہا تو وہ اونچا لمبا مضبوط مرد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ کافی دیر ماں بیٹا اسی طرح روتے رہے۔

☆☆☆

''عرین یار تھوڑا پانی تو پلانا.....'' ارحم نے آفس سے آتے ہی اسے پکارا۔

''جی لے کر آتی ہوں.....'' اس نے ارحم کو لاکر پانی دیا۔

''تھینک یو یار..... گھر آکر تمہارے ہاتھوں کا پانی پیتا ہوں تو سارے دن کی تھکن اتر جاتی ہے۔'' ارحم نے پانی پی کر بیوی کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے گلاس واپس لوٹایا۔

عرین کھل اٹھی ارحم کا یہ معمول کا جملہ اس کے لیے ہرگز معمولی نہیں تھا..... یہ الفاظ ہی تو ہوتے ہیں جو آپ کو حیات بخشتے ہیں خصوصاً جب شریک حیات کی زبان سے نکلیں۔

''آج کل آپ بہت تھکے، تھکے سے نظر آتے ہیں کام کا بوجھ بڑھ گیا ہے کیا؟''

وہ بغور اسے دیکھ کر فکر مندی سے بولی۔

''آہاں..... اتنا بھی نہیں..... وہ صوفے پر نیم دراز ہوا۔

''پھر کیا وجہ ہے..... بالکل مرجھائے ہوئے لگتے ہیں۔'' عرین کی فکر کم نہیں ہوئی تھی۔

''پتا نہیں یار طبیعت میں بوجھل پن بہت ہے.......... بلڈ پریشر بھی ہائی رہنے لگا ہے۔'' وہ آنکھیں موندے ہوئے بولا۔

''آپ ڈاکٹر کے پاس جاکر پراپر چیک اپ کیوں نہیں کرواتے اپنا..... بس سارا وقت کام کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔'' وہ خفا ہوئی۔

''جاؤں گا کسی وقت.....'' ارحم نے ٹالا۔

''اور وہ وقت کب آئے گا؟'' عرین نے ناراضی سے پوچھا۔

''یار آفس سے تھکا ہارا لوٹا ہوں کچھ تو رحم کرو..... اور ہاں یہ کاغذ اسید کو دے دینا..... لون منظور ہوگیا ہے اس کے لیے۔'' ارحم نے کچھ کاغذات عرین کو دیے۔

''لون..... کس چیز کے لیے؟'' عرین حیران ہوئی۔

''وہ آسٹریلیا پڑھنے جارہا ہے ناں اس مد میں اخراجات جو لگیں گے اسی کے لیے میں نے لون لیا ہے۔'' ارحم نے بتایا تو عرین چپ رہ گئی۔

''یہاں رہ کر بھی تو پڑھ سکتا تھا..... ایسا والے تو بڑے لوگ ہیں..... ہماری اتنی استطاعت کہاں..... انکل نے سبز باغ دکھا کر اسے دیوانہ کیا ہے۔'' وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

''بچہ ہے اپنا۔ اب ضد کررہا ہے تو اس کی بات کیسے ٹالی جائے۔'' ارحم کے لہجے میں باپ جیسی شفقت تھی..... اس نے ہمیشہ پانچ سال چھوٹے بھائی کو باپ کی نظر سے ہی دیکھا تھا۔

''اچھا میں اب تھوڑا آرام کروں گا..... سات بجے مجھے یاد سے اٹھادینا۔'' پھر وہ سستی سے اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

عرین، اسید کے کمرے میں چلی آئی وہ فی الحال گھر پر موجود نہیں تھا..... عرین نے اس کی بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر کاغذ رکھ دیے۔ اور رمشہ، رحاب کے پاس باہر چلی آئی۔

''تم جانتی ہو کل عفیفہ آنٹی یہاں کیوں آئی تھیں؟'' دونوں نند، بھاوج کچن میں تھیں جب عرین نے موقع پاکر رمشہ سے پوچھا تو رمشہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''کیوں آئی تھیں؟'' اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''وہ عماد کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنے آئی تھیں۔''

''عماد کے لیے.....؟'' رمشہ کا دل کرلایا۔

''وہ تو نشا کے غم میں پوری طرح ڈوبا ہوا ہے۔ مجھ سے کیوں شادی کرے گا۔'' رمشہ نے مایوسی سے کہا۔

''اسے اس دکھ سے باہر نکالنے کے لیے ہی تو عفیفہ آنٹی اس کی شادی کرنا چاہتی ہیں تاکہ اس کا دل دوسری طرف راغب ہو۔''

عرین نے رمشہ کو بغور دیکھتے ہوئے بتایا جو اس

بات پر خاموش سی ہو گئی تھی۔
''میرے پاس کون سی جادو کی چھڑی ہے بھابی...... کہ میں اسے گھما کر عماد کا دل بدل دوں گی...... نشا کی موت نے ہی واضح کیا ہے کہ وہ کس شدت سے اسے چاہتا ہے۔'' رمشہ کے لہجے میں عجیب سی حسرت تھی۔
''محبت پتھر کو بھی پانی کر دیتی ہے، عماد تو پھر انسان ہے رمشہ۔ وقت بڑا مرہم بھی ہے اور ظالم بھی...... یہ دل سے نقش اور آنکھوں سے عکس بھی مٹا دیتا ہے۔ وقت کے ساتھ، ساتھ اس کا غم بھی ہلکا ہو جائے گا۔'' عرین نے تسلی دی۔
''بتاؤ رمشہ...... تم اس سے شادی کرو گی؟'' عرین نے اصرار سے پوچھا۔
''آپ کو اماں نے میری رائے لینے کے لیے کہا ہے ناں!'' اس نے عرین سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
''عماد تمہاری آنکھوں کا پہلا سپنا ہے رمشہ...... میں اسی لیے اس شادی کے حق میں ہوں۔ تمہاری دلی مراد پوری ہو گی اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔''
''لیکن میں نے اس طرح اپنی محبت پانے کا نہیں سوچا تھا......'' رمشہ کی آواز بھیگ گئی۔
''اللہ نے اسی طرح تمہیں تمہاری محبت سونپنی تھی۔'' عرین کی بات پر اس کے آنسو بہنے لگے۔
''وہ کسی اور کی جدائی کی آگ میں سلگ رہا ہے بھابی۔'' رمشہ نے دھیرے سے کہا۔
''تم اسے واپس زندگی کی رعنائیوں کی طرف کھینچ لانا۔'' عرین نے رمشہ کے اشک صاف کیے۔
''اب بھی فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے جو کہو گی میں پھوپو تک پہنچا دوں گی۔ تم عماد کے ساتھ خود کو آرام دہ نہیں سمجھتیں تو انکار کر دو۔'' عرین کی بات پر وہ لب کاٹنے لگی۔
''عماد مجھ سے شادی پر رضامند ہے؟'' پھر اس نے پوچھا۔
''ظاہر ہے ہو گا...... اس کی رضا کے بغیر بھلا آنٹی کیسے شادی کی بات کریں گی۔'' عرین نے خیال ظاہر کیا۔
''ٹھیک ہے بھابی...... آپ اور اماں جو بہتر سمجھیں، کریں۔'' رمشہ نے بالآخر تمام خدشات ایک طرف رکھ کر ہامی بھری تو عرین نے اسے گلے سے لگا لیا۔
''میری دعا ہے تم ہمیشہ خوش رہو۔''

☆☆☆

''اماں، میری نشا کی قبر کی مٹی ابھی تازہ ہے اور آپ مجھے دوسری شادی کرنے کا کہہ رہی ہیں۔'' عماد نے اپنے الجھے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اضطراری انداز میں کہا۔
''میں کہہ نہیں رہی عماد...... بلکہ رمشہ سے تیری بات طے کر کے آ رہی ہوں...... اس بار تو نے انکار کیا تو نشا کے ساتھ میری قبر بھی تیار رکھنا...... میں کچھ کھا کر اس میں پڑ رہوں گی۔'' انہوں نے ضدی لہجے میں کہا تو عماد نے ماں کا چہرہ دیکھا۔
''تو یہی چاہتا ہے تیری ایسی دگرگوں حالت دیکھ، دیکھ کر میں بھی مر جاؤں تو بس اب مجھے رخصت کرنے کی تیاری کر۔'' عفیفہ نے مزید جذباتی ہو کر کہا۔
''اماں میں اندر سے بالکل خالی ہوں، کچھ نہیں دے سکتا رمشہ کو...... یقین کریں۔ وہ جذبات سے بھرپور لڑکی میں ایک ہارا ہوا انسان۔'' عماد نے ایک کرب سے کہا تو عفیفہ تڑپ اٹھیں۔
''ہاریں تمہارے دشمن...... اللہ میرے بچے کو جیتا رکھے...... میں اپنے پوتے پوتی دیکھوں۔''
''اماں میری فیوچر پلاننگ پانی ہو گئی...... میرے سب ارادے مٹی ہو گئے کچھ نہیں بچا میرے پاس...... مجھے اب نشا کی یادوں کے سہارے جینے دیں۔'' وہ بے بسی سے بولا۔
''مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا بیٹا...... آج تین ماہ ہو گئے ہیں اس حادثے کو گزرے...... تو پہلے دن جیسا ہی ہے۔ بالوں میں کنگھی کرتا ہے نہ کپڑے بدلتا ہے...... یاد ہے کتنی تک سک سے تیار رہا کرتا تھا۔'' عفیفہ کو اس کی بے بسی پر رونا آ گیا تھا۔
عفیفہ نے کسی نہ کسی طرح عماد کو راضی کر لیا تھا اور دو ماہ بعد ایک قدرے سادہ سی تقریب میں رمشہ کا نکاح عماد سے ہو گیا تھا اور ساتھ ہی وہ رخصت ہو کر اس کے گھر چلی آئی...... عماد کسی قسم کے دھوم دھڑکے کے حق میں نہیں تھا۔ بمشکل تو شادی کو تیار ہوا تھا...... نصرت بیگم نے اپنے گھر مہندی کی تقریب پر اچھا خاصا ہلا گلا رکھ لیا تھا...... رمشہ ناقابلِ فہم جذبات کے ساتھ عماد کے گھر آئی تھی...... وہ

خوش بہت تھی یا اداس..... کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی.....

اسے پہلا جھٹکا عماد کے کمرے میں آ کر لگا...... جب اس نے نظریں اٹھا کر کمرے کا جائزہ لیا تو دیواروں پر آویزاں عماد اور نشا کی شادی کی ان لارج تصاویر دیکھ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا..... یہ تصاویر وہ سوشل میڈیا کے ذریعے پہلے بھی دیکھ چکی تھی.....مگر ان کو اب اس کمرے میں دیکھ لینے کا گمان بھی نہیں تھا...... عماد کی بانہوں میں بانہیں ڈالے کھڑی نشا......اس کی قربت سے سمٹتی دکھائی دیتی نشا...... اسے سرگوشی میں کچھ کہتی ہوئی نشا......رمشہ کے اعصاب سُن سے ہو گئے۔

''تم فکر مت کرو رمشہ...... یہ محض تصویریں ہی ہیں جو عماد کا ماضی بن چکی ہیں......اس کا حال تم ہو، زندہ موجود سانس لیتی ہوئی۔'' رمشہ نے سوکھے لبوں پر زبان پھیر کر خود کو تسلی دی......ویسی ہی تسلی جیسی اسے عرین دیتی آئی تھی اور جیسی ابھی کچھ دیر قبل عفیفہ آنٹی اسے دے کر گئی تھیں۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور عماد اندر داخل ہوا رمشہ.... بے خیالی سے اسے دیکھے گئی......اس کی چال بہت شکستہ تھی۔

ہمیشہ خوشبوؤں میں نہایا تروتازہ سا عماد آج قدرے شکن آلود لباس میں تھا، رمشہ نے غور کیا اس کے کپڑوں پر مٹی لگی ہوئی تھی...... وہ سیدھا واش روم گیا کپڑے بدل کر باہر آیا اور اس کے عین سامنے آ بیٹھا۔

''نشا کی قبر پر گیا تھا......'' وہ اپنی آستینیں فولڈ کرتا معمول کے لہجے میں بولا......رمشہ چونکی۔

''اسے بتا کر آیا ہوں...... میں نے نئی زندگی کی شروعات کر لی ہے...... دکھی تو ہوئی ہوگی...... مجھے دکھائی نہیں دی مگر میں اس کی آنکھوں سے آنسو گرتے ہوئے محسوس کر سکتا ہوں۔'' وہ بھاری آواز سے کہتے ہوئے دیوار پر لگی نشا کی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

رمشہ کے سینے میں کوئی کانچ سا ٹوٹا۔

''میرے معاملے میں بہت تنگ دل تھی نشا...... کسی اور اداکارہ کے ساتھ ڈرامے میں بھی میری قربت دیکھ لیتی تو دنوں مجھ سے بگڑی رہتی تھی...... کہتی تھی تم صرف میرے ہو۔'' عماد نے تصویر سے نظر پھیر کر ساکت وصامت بیٹھی اپنی نئی دلہن کو دیکھا جو یک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''اماں نے کہا نیا رشتہ نبھاؤ...... میرے پیروں سے پچھلے تعلق کی بیڑیاں نکلتی ہی نہیں...... کیسے نبھا سکوں گا!'' وہ بڑبڑایا رمشہ کے نین نیر بہانے لگے۔

''تم بھی رو رہی ہو رمشہ......'' عماد نے اپنی انگشت اس کے گال پر پھیری۔

''آج کی رات شاید ہم تینوں کو ہی رونا ہے۔ تمہارا دل چاہتا ہے کھل کر رونے کا تو میرے ساتھ مل کر رو سکتی ہو۔'' اس نے عجیب سے انداز میں اجازت دی تو رمشہ سچ مچ پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگی......عماد کی آنکھیں تو ویسے ہی پانی بنی رہتی تھیں انہیں سمندر بنتے دیر نہ لگی۔

وہ رمشہ سے لپٹ کر نشا کو رونے لگا......اور رمشہ اس کی بانہوں میں اسی کے لیے اشک بہانے لگی۔

یہ کس طرح کی شب گزری تھی...... دونوں ہی سمجھ نہ پائے۔

☆☆☆

وہ صبح کسلمندی سے اٹھی...... کلاک پر نظر پڑی تو ہڑبڑا سی گئی۔

''یا خدا...... دس بج گئے۔'' اس نے بیڈ پر ارحم کی جگہ نظر ڈالی تو وہ خالی تھا۔

ارحم اور اماں کو ناشتا بنا کر دینا تھا...... دونوں ہی جلدی ناشتا کرتے تھے......وہ ہاتھ منہ دھو کر تیزی سے باہر نکلی تو ارحم اور اسید بازاری حلوا پوری کا ناشتا کر رہے تھے۔

''آؤ عرین ہمارے ساتھ ناشتا کرو......'' ارحم نے اسے دیکھ کر پاس بلایا۔

''اماں کا ناشتا بنا لوں پھر آتی ہوں۔'' وہ کچن کی طرف جانے لگی۔

''ارے بھئی میں نے اماں کو ناشتا بنا کر کروا دیا ہے۔'' اسید نے ہانک لگائی۔

''تم نے اماں کا ناشتا بنایا؟'' وہ حیران سی ہو کر ان کے پاس آ بیٹھی۔

''تو اور کیا...... پراٹھا اور آملیٹ تو میں بنا ہی لیتا ہوں۔'' اسید نے فخر سے کہا۔

''ہاں بھئی پریکٹس ہو رہی ہے...... باہر کے ملک میں اکیلے رہنے کی۔ کھانا پکانا تو آنا چاہیے۔'' ارحم نے ہنستے ہوئے کہا تو اسید بھی کھل کر ہنسا۔

''ہاہا...... بھائی آپ اتنی جلدی سمجھ گئے۔''

اس نے رحاب کو گود سے اتارا...... جو اپنا ناشتا ختم

کر چکی تھی۔
''اور بچے کھلانے کی بھی پریکٹس بھی تو جاری ہے۔'' عرین نے شرارت سے رحاب کی طرف اشارہ کیا تو وہ مزید ہنسا۔ آج کل اس کا موڈ حد درجہ خوشگوار رہنے لگا تھا۔
''عرین پانی دینا....'' ارحم کھانسنے لگا تو عرین اٹھی اور ڈسپینسر سے پانی بھر لائی۔
ارحم نے ایک ہی سانس میں گلاس خالی کیا اور لمبی لمبی سانس لینے لگا۔
''کیا ہوا بھائی خیر تو ہے؟'' اسید نے اس کی کمر پہ ہاتھ پھیرا۔
''بس یار کچھ دنوں سے طبیعت اچھی نہیں۔'' وہ سینے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔
''آپ ڈاکٹر کو دکھایئے بھائی۔'' اسید نے فکرمندی سے ارحم کو دیکھا۔
''میں بھی کتنے دنوں سے یہی کہہ رہی ہوں۔ یہ مانتے ہی نہیں۔'' عرین نے خفگی سے کہا۔
''میرے ساتھ کل چلیے گا ڈاکٹر شہاب کے پاس۔ ان سے آج بلکہ ابھی اپائنٹمنٹ لے لیتا ہوں۔'' اسید نے فوراً سیل فون نکالا تھا۔
''کل شام ساڑھے چھ بجے آنے کا کہا ہے۔'' اسید نے فون رکھ کر ارحم کو بتایا..... ارحم نے بے توجہی سے سر ہلایا۔

☆☆☆

''رمشہ بیٹا...... بور ہو رہی ہو تو ماں کے یہاں چکر لگا آؤ..... میں لے کر چلتی ہوں۔'' عفیفہ نے صوفے پر خاموش بیٹھی رمشہ کو کہا۔
''نہیں امی...... میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' وہ اداسی سے بولی۔ عفیفہ نے بغور اس کے سادہ اور کملائے چہرے کو دیکھا۔
وہ نئی دلہن تو کہیں سے نہیں لگتی تھی...... دو ہفتے پہلے شروع کیا گیا زندگی کا نیا سفر جیسے اسے صدیوں کی تھکن عطا کر گیا تھا۔
''رمشہ ہنسا بولا کرو بیٹا، ہنستی کھیلتی لڑکیاں کتنی اچھی لگتی ہیں...... میری کوئی بیٹی نہیں..... تو گھر کے در و دیوار بھی لاعلم ہیں لڑکیوں کی چہکار سے..... انہیں اپنی ہنسی سے آشنا کرو۔'' عفیفہ نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمائش کی۔

''آپ کا بیٹا مجھے کسی خوشی کا احساس دے تو ہی وہ احساس ہنسی کی صورت لبوں سے نکلے...... ابھی تو میرے اندر سے ٹیسیں ہی اٹھتی ہیں۔'' رمشہ نے صرف سوچا...... لیکن عفیفہ نے اس کی بولتی نگاہوں سے مفہوم پالیا۔
''اس جھلے کی فکر مت کر رمشہ...... وہ وقت کے ساتھ سنبھل جائے گا...... تم بس تھوڑا صبر سے اس کی باتیں برداشت کرلو...... آنے والا وقت صرف تمہارا ہے بٹی۔'' عفیفہ خالہ نے اس کا ہاتھ دبا کر کہا تو وہ بے دلی سے مسکرا دی۔
اور وہ خوش قسمت وقت جب تک آتا...... تب تک اس نشا کے دیوانے کی دیوانگی سہنا رمشہ کے لیے آسان نہیں تھا۔ وہ انہیں کیا بتاتی کہ عماد کی بانہوں میں ہوتے ہوئے بھی وہ اس کے قریب نہیں ہے...... اس کے دل پر نشا کی حکمرانی ہے...... وہ قبر میں ہوتے ہوئے بھی عماد کی ہے۔ اور رمشہ گھر میں رہتے ہوئے بھی اس کی نہیں...... وہ تنگ دل نہیں تھی...... اس کا ذہن عماد کی نشا سے بے پناہ محبت قبول کر چکا تھا...... وہ یہ سوچ کر آئی تھی کہ اس کا شوہر اپنی مرحومہ بیوی کا اسیر ہے لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے وجود میں وہ اسی نشا کو ڈھونڈے گا۔
قربت کے وہ لمحات جب وہ عماد کی دھڑکنیں اپنے دل میں محسوس کر رہی ہوتی...... عماد اسے نشا سمجھ لیتا..... وہ پیار بھری باتوں کا امرت رمشہ کے نہیں بلکہ اپنے تئیں نشا کے کانوں میں ٹپکایا کرتا۔ جب وہ گمبھیر لہجے میں اسے نشا کہتا تو رمشہ کا اندر جل اٹھتا...... اس کا جی چاہتا وہ عماد کی بانہوں سے نکل بھاگے اور پھر پیچھے مڑ کر نہ دیکھے...... صبح تک وہ جل، جل کر راکھ میں تبدیل ہو چکی ہوتی...... پھر دن کا اجالا پھیلتا اور عماد قبرستان کی طرف دوڑ لگاتا...... کئی، کئی گھنٹے وہاں گزارتا...... رمشہ انتظار ہی کرتی رہتی پر اس کی واپسی نہ ہوتی...... وہ مرجھا کر رہ گئی تھی...... اس نے اپنے گہنے، کپڑے الماری میں بند کر دیے تھے...... وہ بھلا کس کے لیے تیار ہوتی گیا...... اس کے لیے جو دن میں اس کے لیے اجنبی اور شب میں نشا کا شوہر بن کر اسے ملتا تھا؟
وہ ابھی سے تھک رہی تھی...... وہ بری طرح سے ہار رہی تھی...... شاید اسے تھکنا ہی تھا، ہارنا ہی تھا۔ اس نے

محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک محبت کے ہارے ہوئے انسان سے شادی جو کر لی تھی۔

☆☆☆

صبح وہ الارم کی آواز پر جاگی تھی۔ کل دیر سے آنکھ کھلنے کی وجہ سے اچھا خاصا بھگتنا پڑا تھا باہر کا ناشتا کر کے ارحم کی طبیعت سارا دن بگڑی رہی...... اسید کے ہاتھ کا پراٹھا کھا کر پھپھو کے دانت درد کرنے لگے تھے کہ وہ پراٹھا نہیں اکڑی خوب گھی لگی ہوئی روٹی تھی۔

''جلدی سے ارحم کو جگا کر پھر ناشتا بناتی ہوں...... آج تو ڈاکٹر سے اپائنمنٹ بھی ہے پھر بھی آفس تو ضرور جائیں گے۔'' عرین نے سوچتے ہوئے سوئے ہوئے ارحم کا کندھا ہلایا۔

اسے عجیب سا احساس ہوا۔ وہ سیدھا سیدھا بے حس و حرکت لیٹا تھا۔

''ارحم اٹھو ارحم......'' عرین نے اسے جھنجوڑ ڈالا مگر اس کے بے حس و حرکت وجود میں ذرا بھی ہلچل نہ ہوئی۔

''ارحم!'' عرین کا دل کھائی میں اترنے لگا۔

اس نے ارحم کی بند آنکھیں کھولنی چاہیں تو وہ دوبارہ بند ہو گئیں...... عرین نے اس کے گال تھپتھپائے۔ اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر اس کے دل پر سر رکھ کر دھڑکن کھوجی اور پھر ایک سانپ کی طرح پھنکارتے خدشے کو خود پر حملہ آور ہوتا محسوس کیا۔

''نہیں ارحم ایسا نہیں ہو سکتا...... تم زندہ ہو ارحم اٹھو پلیز۔ دیکھو تمہیں آفس سے دیر ہو رہی ہے اٹھو ارحم۔''

وہ بے اختیار بلند آواز سے چیخنے لگی۔ اسے جھنجوڑنے لگی۔ اس کی چیخیں سن کر رحاب بھی نیند سے جاگ کر رونے لگی...... اسید دوڑتا ہوا کمرے میں آیا۔

''کیا ہوا عرین کیوں چیخ رہی ہو۔ کون سی آفت......'' اس کے الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے ارحم پر جھکی ہوئی عرین اسے پاس بلانے لگی۔

''اِدھر آؤ اسید دیکھو ارحم آنکھیں نہیں کھول رہے...... آج تو ڈاکٹر کے پاس جانا ہے ناں تم دونوں نے......'' عرین وحشت زدہ انداز میں ارحم کو ہلاتے ہوئے اسید سے بولی۔

اسید تیزی سے بھائی کی طرف آیا اور اس کو ہلا جلا کر دیکھا کئی آوازیں دے ڈالیں۔

''ارحم بھائی......'' پھر وہ گھبرا کر دور ہٹا۔

''اسید، ارحم کو اٹھاؤ ناں...... کہاں جا رہے ہو......؟'' عرین نے بے چینی سے چیختے ہوئے کہا۔

اسید نے اپنے پڑوسی ڈاکٹر کو فون کر کے فوری آنے کا کہا۔

اور روتی ہوئی رحاب کو اٹھا کر گود میں لیا۔

''ارحم دیکھو رحاب رو رہی ہے۔ تم تو اسے رونے نہیں دیتے ہو...... اب اٹھ کر اسے چپ کیوں نہیں کرواتے۔'' عرین کی چیخ و پکار جاری تھی۔

ڈاکٹر کاشف فوراً آیا تھا...... اسٹیتھ اسکوپ سے ارحم کا اچھی طرح معائنہ کر کے اس نے مایوسی سے سر نفی میں ہلایا تو اسید کی جان نکل گئی۔

''کک کیا ہوا کاشف...... ارحم ٹھیک تو ہے ناں......'' عرین نے سانس روک کر پوچھا۔

کاشف نے بے بس سی نظر عرین پر ڈالی۔

"he is no more" اس نے بمشکل کہا۔

''کیا...... نہیں...... یہ جھوٹ ہے اسید دیکھو یہ کاشف جھوٹ بول رہا ہے ارحم کو اسپتال لے کر چلو...... چلو ناں کھڑے کیوں ہو۔''

وہ بے قراری سے بیڈ سے اتری اور ساکت کھڑے اسید کو جھنجوڑ کر بولی۔

''عرین پلیز خود کو سنبھالو...... ارحم بھائی ہمیں چھوڑ کر جا چکے ہیں۔'' اسید نے بھیگی آواز سے کہا تو عرین کی آنکھیں جل تھل ہو گئیں۔

''تم بھی جھوٹے ہو وہ مرے نہیں زندہ ہیں......'' عرین نے ایک تھپڑ اسید کو رسید کر کے چلا کر کہا۔

''ہوش میں آؤ عرین...... یہ جھوٹ نہیں ہے حقیقت ہے۔'' اسید اپنے رخسار پر ہاتھ رکھ کر رو دیا۔

عرین اپنے کمزور اعصاب کے ساتھ اسے روتے دیکھتی رہی پھر اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور وہ لہرا کر فرش پر گر پڑی۔

☆☆☆

زندگی کتنی ناقابلِ اعتبار ہے...... برسوں کے ساتھ کو منٹوں میں موت کے حوالے کرتے ذرا نہیں ہچکچاتی۔

زندگی کتنی طوطا چشم ہے۔ آپ اسے جتنا چاہے پیار کرلیں یہ اپنی نظریں پھیرتے دیر نہیں لگاتی۔

حقیقت افسانے سے زیادہ حیرت ناک ہے۔ وہ بھی تو حیرت زدہ رہ گئی تھی زندگی کی سفاکی دیکھ کر...... ایسا افسانوں میں بھلا کب ہوتا ہے کہ امید، آس، محبت اور جینے کی خواہش ایک ساتھ ہی دل سے ختم ہو جائے۔ عرین نے ٹھنڈی دیوار کے ساتھ اپنی پیٹھ جوڑ دی...... وہ قالین پر بیٹھی سپارہ پڑھ رہی تھی۔

باہر بھی قرآن پاک پڑھا جا رہا تھا...... وہ اپنے کمرے میں دروازہ بند کیے بیٹھی تھی رحاب کبھی اندر آتی کبھی باہر جاتی...... اس کے لیے لوگوں کا گھر آنا ہی خوشی کا باعث تھا چاہے موقع غم کا ہی ہو۔

اسے خبر ہی نہ تھی کہ باپ جیسی ہستی کا سایہ اس کے سر سے اٹھ گیا ہے۔ وہ یونہی کھلکھلاتی پھرتی تھی...... کبھی خیال آتا تو پوچھتی پاپا کہاں گئے...... جواب ملتا آفس...... اور وہ بہل جاتی...... کبھی بہت ضد کرتی، روتی، پاپا کو بلانا شروع کر دیتی...... عرین اسے روتے دیکھ کر خود بھی رو پڑتی...... اس کے دل سے درد سے اٹھتے...... ارحم جس کی طبیعت کچھ دنوں سے مضمحل تھی، اس رات پہلا شدید ہارٹ اٹیک نیند میں ہی ہوا تھا۔ جو آخری ثابت ہوا۔ وہ سوچتی کاش ارحم اپنے آپ کو کسی ڈاکٹر کو دکھا دیتا...... تو شاید...... لیکن تقدیر میں اسی طرح لکھا تھا...... نصرت جوان بیٹے کی ناگہانی موت پر کٹی ہوئی شاخ کی طرح گر پڑی تھیں...... آنسو تھے کہ تھمتے نہ تھے دل تھا کہ ٹھہرتا نہ تھا...... اسید بھی گم صم سا ہو گیا تھا...... وہ شوخی وہ شرارت سب ختم ہو گئی تھی...... رمشہ بڑے بھائی کے بچھڑنے پر اگر صدمے کا شکار تھی...... وہ مہینہ بھر میکے میں ہی رکی رہی...... پیچھے کون سا عماد نے اسے یاد رکھنا تھا۔ وہ بھرے دل سے اپنے دونوں غموں کو روتی رہتی۔ عرین کی بھری جوانی کو خزاں میں تبدیل ہوتے دیکھنا بھی اذیت ناک تھا۔

☆☆☆

عفیفہ اسے بصد اصرار واپس اپنے گھر لے آئیں۔ عماد نے اس کے آنے پر کوئی خاص تاثر نہیں دیا...... اس کے اب نشا کی قبر پر چکر کم لگتے تھے پر لگتے تھے...... بے دلی سے ہی سہی اس نے اپنا کام بھی دوبارہ جوائن کر لیا تھا......

رمشہ کی ذات سے بے نیازی اب بھی برقرار تھی۔

رمشہ کی طبیعت عجیب مکدر رہتی۔ کمزوری اتنی کہ اٹھا نہ جاتا ہر وقت چکر آتے۔ عفیفہ بیگم فوراً بھانپ گئیں۔ ڈاکٹر کو دکھایا تو خوشخبری سننے کو ملی...... عفیفہ بیگم خوشی سے بے حال ہو گئیں...... عماد کی اولاد دنیا میں آنے والی تھی...... ان کا کنبہ بڑھنے والا تھا۔ انہوں نے رمشہ کو ہاتھوں کا چھالا بنا ڈالا...... اسے کوئی کام نہ کرنے دیتیں...... مقوی و صحت بخش غذائیں کھلاتیں...... ساتھ ہی ننھے مہمان کی آمد کی تیاری بھی شروع کر دی تھی...... ننھے سے کپڑے اپنے ہاتھوں سے سی کر رکھتی جا رہی تھیں...... رمشہ ان کی بے پایاں مسرت بے تاثر انداز میں دیکھتی رہتی...... ایک تو بھائی کی وفات کا دکھ پھر شوہر کی وہی بے اعتنائی والی روش اسے اداس کیے رکھتی...... عفیفہ کی ہدایت پر وہ خود کو تھوڑا سا خوش ظاہر کرتی پر دل کرلاتا رہتا تھا۔

☆☆☆

”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بھابی...... عرین اور رحاب اس گھر کی رونق ہیں اور آپ میری رونقوں کو ہی اپنے گھر لے جانا چاہتی ہیں...... میرا گھر تو پہلے ہی اندھیر ہو چکا ہے اس کو اور تاریک تو نہ کریں۔“ نصرت بیگم کے دل پر ہاتھ پڑا تھا وہ اپنی بھابی کے سامنے گڑگڑائیں۔

”میں کیا کروں نصرت دنیا باتیں بنا رہی ہے...... کہ بھائیوں کے پاس بیوہ بہن کی روٹی کم پڑ گئی جو اسے اب بھی سسرال میں چھوڑ رکھا ہے۔ تم خود سوچو ارحم کے بعد اب عرین کے لیے بچا ہی کیا ہے اس گھر میں...... وہ کس حیثیت سے تمہارے پاس رہے...... وہ اسید کی ذمے داری نہیں...... اسید کل کو بیاہ کرے گا تو اس کی بیوی عرین کو کہاں برداشت کرے گی...... میری بیٹی کی عزتِ نفس کو روند ڈالے گی ایسا...... تم کیا اسے جانتی نہیں ہو۔“ منورہ بیگم نے تلخ حقائق سے پردہ ہٹایا تو نصرت خاموش سی ہو گئیں۔

”میں اس کی پھپھو ہوں وہ یہاں میری بیٹی بن کر رہ رہی ہے۔“ انہوں نے کمزور آواز میں کہا۔

”وہ جم، جم تمہاری بیٹی ہے نصرت...... پر ہم عمر دار لوگ اب بجھتا چراغ ہیں...... جوانوں کو ہی موت نہیں

چھوڑتی ہمیں بخش دے گی...... پھر میری بچی کا کیا ہوگا۔ وہ اس گھر میں کیسے رہے گی...... میری بیٹی کی عمر ہی کیا ہے نصرت...... ساری جوانی وہ کس کے آسرے گزارے گی۔ تم بھی اپنے پاس بٹھا کر اس کے ساتھ ناانصافی کرنا چاہتی ہو...... مجھے کوئی اچھا رشتہ ملا تو میں تو اپنی عرین کو بیاہ دوں گی۔ آج کل کی بھابیاں بھی کتنی تنگ دل ہیں تمہیں اندازہ ہی ہوگا۔ چار دن کے بعد بیوہ نندان کو بھی کھٹکے گی۔ ہماری طرح نہیں کہ تمہیں سر آنکھوں پر رکھا تھا۔'' منورہ کچھ زیادہ ہی حقیقت پسند ہوئیں تو نصرت کا دل تڑپ اٹھا۔

''میرے ارحم کو گئے سات ماہ ہی ہوئے ہیں منورہ بھابھی...... کچھ تو خیال کرو۔''

''جانے والا چلا گیا نصرت، رونے والے کب تک روئیں گے...... زمانہ بہت خراب ہے۔ عرین کو کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے...... میرے یا تمہارے جیسے کمزور وجود کی نہیں...... عرین کو بیٹی سمجھتی ہو تو اس کے مستقبل کے بارے میں سوچ کر دیکھو تمہیں تاریکی کے سوا کچھ نہیں سجھائی دے گا۔ میری بچی تو جوانی میں ہی غموں کی دھوپ میں آ کھڑی ہوئی ہے...... کون ہے جو اس کی چھتنار بنے کون ہے جو اس کو سایہ دے۔'' منورہ دل سوزی سے کہہ کر رو پڑیں...... تو نصرت بیگم کو بھی رونا آ گیا...... وہ بھی تو انہی حالات سے گزری تھیں...... ان کے لیے بھی زندگی تاریک گلی کی طرح ہوگئی تھی۔ لیکن ان کے تین بچے تھے شفیق بھائی بھابی کا ہاتھ سر پر تھا...... گھر بھی اپنا تھا...... ان کو کہیں رُلنا نہیں پڑا تھا۔

لیکن غلط بھابھی بھی نہیں کہہ رہی تھیں ان کی بہوئیں عرین کو دو دن بھی برداشت کرلیتیں بہت تھا...... اور یہاں اسید کی شادی کے بعد اس کا رہنا مشکل تھا...... آخری اور مستقل حل عرین کا دوسرا نکاح ہی تھا۔ وہ غمزدہ سی سوچنے لگیں۔

''لیکن عرین کی دوسری شادی کے بعد رحاب کا کیا ہوگا .... میں بڑھاپے میں رحاب کو اپنے پاس رکھ بھی لوں تو کیسے سنبھالوں...... بچی بھی ماں کے بغیر کیسے رہے گی۔ لیکن عرین کا دوسرا شوہر جانے کس مزاج کا ملے...... وہ ہماری پھول سی بچی کے ساتھ جانے کیسا سلوک کرے۔'' نصرت کو اچانک یہ سوچیں بے چین کر گئیں۔

''نہیں رحاب ہمارا خون ہے اسے اسی گھر میں رہنا چاہیے۔ کسی بھی قیمت پر...... ہماری بچی غیر مرد کو باپ کیسے مان سکتی ہے...... اور وہ کسی کی اولاد کو باپ کا پیار کیسے دے گا۔''

نصرت کو یہ خیال تڑپا گیا۔

''منورہ بھابھی میں عرین کو اپنی بیٹی کہتی ہی نہیں سمجھتی بھی ہوں۔ آپ فکر مت کریں۔ وہ پہلے کی طرح میری بہو بن کر میرے گھر میں ہی رہے گی۔'' یکایک نصرت نے مضبوط لہجے میں کہا تو منورہ نے ان کو یوں دیکھا جیسے پگلا گئی ہوں۔

''نصرت، ارحم اس دنیا سے جا چکا ہے تمہارا ذہن یہ بات کیوں تسلیم نہیں کر رہا۔'' انہوں نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

''میں یہ تلخ سچائی تسلیم کر چکی ہوں بھابھی...... میری بات کا مقصد یہ ہے کہ عرین اب میرے اسید کی دلہن بن کر اسی گھر میں سابقہ حیثیت سے ہی رہے گی۔'' انہوں نے اطمینان سے کہا تو منورہ نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

''مگر اس کی منگنی تو لیبا سے ہو چکی ہے۔''

''منگنی ہی ہوئی ہے ناں نکاح تو نہیں ہوا۔'' نصرت کے اطمینان میں سر مو فرق نہ آیا۔

''میں آنے والے جمعہ کو ان دونوں کا نکاح پڑھوا دوں گی۔ آپ کو شرکت کی دعوت ہے۔ پھر تو آپ کو عرین کے اس گھر میں رہنے پر اعتراض نہیں ہوگا ناں؟'' نصرت نے پُراعتماد انداز میں پوچھا۔

''ارے پھر کیا اعتراض......'' منورہ کھل اٹھیں۔

''بس پھر تسلی سے جائیں...... میں اپنی بیٹی اور اپنی پوتی کو محفوظ ہاتھوں کو سونپ رہی ہوں۔'' نصرت کہہ کر پھیکا سا مسکرائی تھیں۔

☆☆☆

''عرین سے نکاح...... آپ کو اندازہ بھی ہے کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں اماں۔'' اسید نے حیرت کی زیادتی سے ماں کو دیکھا۔

''میری پوتی غیر ہاتھوں میں رُل جائے گی اسید...... میری نظروں سے دور ہو جائے گی...... میں قیامت کے روز ارحم کو کیا منہ دکھاؤں گی کہ اس کی نشانی کو سنبھال نہ

سگی...... تو مجھ پر یہ پہلا اور آخری احسان کر۔ میری عرین سے شادی کرلے۔'' انہوں نے بے بسی سے اس کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ دیے۔

''اماں یہ کیا کر رہی ہیں...... خدایا...... میں آپ کو کیسے سمجھاؤں۔'' اسید نے ان کے جڑے ہوئے ہاتھ کھول کر اپنے لبوں سے لگائے۔

''کچھ مت سمجھا مجھے...... بس میری مان۔'' وہ ضدی پن سے بولیں۔

''وہ میرے بھائی کی بیوی ہے اماں۔'' اسید نے بے بس لہجے میں کہا۔

''تیرے بھائی کی بیوی تھی...... اب ارحم کے گزرنے کے بعد وہ اس کی بیوہ ہے۔'' نصرت نے کڑے دل سے کہا۔

''مگر میرے لیے وہ بڑی بھابی کے درجے پر اب بھی فائز ہے اماں۔'' اسید نے ترنت کہا۔

''تو نے کبھی اسے بھابی کہہ کر بلایا ہے؟ ہمیشہ اس کے ساتھ ایک کزن کی طرح بے تکلفی دکھائی ہے۔'' نصرت نے جتایا تو وہ ماں کو ٹکر ٹکر دیکھنے لگا۔

''میری بے تکلفی ہمارے بچپن کے ساتھ کی وجہ سے ہے...... میرے دل میں خدانخواستہ اس کے لیے کوئی میل نہیں تھا اماں۔'' اسید نے احتجاج کیا۔

''میں نے کب کہا تیرے دل میں میل ہے...... میرا مطلب ہے، تو اس سے ہر بات کہہ سن لیتا ہے تیری اس کے ساتھ وہ کیا کہتے ہیں...... انڈر اسٹینڈنگ ہے تو اس کو بیوی کے رشتے میں قبول کرنے میں تجھے دشواری نہیں ہوگی۔'' نصرت نے وضاحت سے کہا تو وہ سر پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔

''اماں...... کیوں میرا امتحان لے رہی ہیں...... میری منگنی لیہا سے ہو چکی ہے...... میں کیوں عرین سے شادی کروں۔''

''لیہا کا نام مت لے...... اسے تجھ سے دس گنا اچھے رشتے مل جائیں گے۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑنے والا...... میری عرین کا سوچ وہ جانے کس سے بیاہی جائے...... جانے کیسا شخص ملے دوہاجو...... پہلے سے اولاد والا...... وہ ہماری رحاب کو کیسے رکھے...... کیا پتا...... آج کل تو سوتیلے باپ کیا، کیا نہیں کرتے پرائی بچیوں کے ساتھ۔ میں کیسے اپنی پوتی کسی غیر کے حوالے کروں...... تو بتا تیرا دل راضی ہے کہ ہمارا خون دردر کے دھکے کھائے۔''

انہوں نے اسید کی طرف دیکھا جو جواب میں خاموش کھڑا تھا۔

''عرین کو شادی کرنے کی کیا پڑی ہے۔ ایسے ہی نہیں رہ سکتی۔'' پھر وہ جھنجلا کر بولا۔

''ہاں تو کھلائے گا نا اسے بٹھا کر یا اس کے بھائی کھلائیں گے؟ جوان بچی ہے...... ابھی آگے پہاڑ سی زندگی پڑی ہے...... کون اٹھاتا ہے تمام عمر کی ذمے داری...... میری نازوں پلی پوتی کو باپ کا پیار عرین کے

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں گھر بیٹھے حاصل کریں
جاسوسی، ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 3000 روپے
بیرون ممالک کے لیے زرسالانہ 30,000 روپے
بیرون ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں
رابطہ:
مرزا اثر عباس: 0334-5498977
0301-2454188
سرکولیشن مینیجر محمد شہزاد خان: 0333-2256789
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ۔ کراچی

بھائی دیں گے؟ کرتا ہے کوئی کسی کی اولاد سے محبت؟ مجھے بتا۔" نصرت نے زچ ہو کر مزید حقائق بتائے تو اسید کچھ نہ کہہ سکا۔

"اور میرا فیوچر...... اس کا کیا؟" اسید کے لہجے میں اداسی در آئی۔

"تو اکیلے بوڑھی ماں کو چھوڑ کر لیہا کے ساتھ باہر کے ملک جائے گا تجھے ماں کی ذرا فکر نہیں...... میرا ایک بیٹا دنیا سے چلا گیا ہے، تو ملک سے باہر چلا جائے گا۔ جا چلا جا...... ماں اِدھر ہی رو رو کر مر کھپ جائے تجھے کیا فکر...... تو اپنا فیوچر بنا۔" نصرت آنسو بہاتی جا کر پلنگ پر بیٹھ گئیں۔

اسید پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے بے بسی سے انہیں دیکھتا رہا۔ اس کے ارادے قدرت نے پانی کی طرح بہا دیے تھے۔

زندگی نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ سوچ ششدر اور اعصاب منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔ لیہا تو باہر جانے کے لیے تیار بیٹھی تھی اس کا پورا زور تھا کہ اسید بھی اس کے ساتھ ہی چلے...... مگر اسید گھر کے حالات کی وجہ سے متامل تھا...... ماں اور عرین کو کس کے آسرے چھوڑ کر باہر پڑھنے جاتا...... آج کل اسی وجہ سے لیہا اس سے بھرپور ناراض بھی تھی...... وہ حسب فطرت خود غرضی سے اسید کو اس کے حسین مستقبل کے سپنے دکھا رہی تھی۔ اس کی بلا سے نصرت بیگم اکیلی رہیں یا کہیں بھی جائیں...... اسے پروا نہیں تھی...... پر اسید کو ماں کا خیال تھا وہ اپنی بوڑھی غمزدہ ماں کو کیسے اکیلا چھوڑتا...... اور وہ وطن میں رہ کر اس کے ساتھ شادی کرنے پر کبھی تیار نہ ہوتی...... اس گھر میں قیامت تک اسے بہو بن کر نہیں آنا تھا۔

وہ ایک سانس بھر کر دھیرے، دھیرے قریب آیا اور ماں کے مقابل آ بیٹھا۔

"اگر آپ چاہتی ہیں میں عرین سے نکاح کروں تو ٹھیک ہے۔ کر لیتا ہوں۔ لیکن پھر مجھ سے کسی اور ایثار کی امید مت رکھیے گا...... میرا دل بری طرح سے ٹوٹا ہے۔ میں کسی اور کے دل کو جوڑنے کا سامان نہیں کر سکتا۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا تو نصرت ایک دم کھل اٹھیں۔

"میرا بچہ...... تو نے ماں کا دل ٹھنڈا کیا ہے...... اللہ تجھے دین و دنیا کی کامیابی دے...... یہ مت سمجھ کہ تیرا مستقبل تاریک ہو گیا...... تو دیکھنا تو یہاں رہ کر بھی بہت ترقی کرے گا۔" وہ بیٹے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتی محبت سے تسلی دینے لگیں تو اسید نے نفی سے سر جھٹکا۔

☆☆☆

جیسے، جیسے ڈلیوری کے دن قریب آ رہے تھے رمشہ بے حد چڑچڑی اور بدمزاج ہو رہی تھی...... وہ اب عماد سے بھی جھگڑنے لگی تھی...... اسے اپنے کمرے سے وحشت محسوس ہوتی جہاں نشا کی ان لارج تصاویر نے دیواروں پر قبضہ کر رکھا تھا...... اس نے ایک دن وہ تمام تصاویر اتار کر کمرے سے باہر نکال دیں۔

انہی تصویروں کی وجہ سے وہ نشا کو بھول نہیں پا رہا تھا نہ اسے بھولنے دے رہا تھا کہ وہ سابقہ بیوی کا اسیر ہے۔

عفیفہ نے رمشہ کی اس حرکت پر خاموش رہ کر اپنی حمایت جتائی...... انہیں بھی نشا کی تصویریں عماد کے کمرے میں غیر ضروری لگتی تھیں۔ عماد نے دیکھا تو احتجاج کیا پر ماں اور بیوی پر خاص اثر نہ ہوا...... رمشہ کی حالت کے پیش نظر وہ مزید کچھ نہ کہہ سکا اور چپ چاپ تصاویر اٹھا کر اسٹور روم میں رکھوا دیں۔

اس نے اسی پر بس نہیں کیا ایک الماری جو نشا کے ڈریسز سے بھری ہوئی تھی...... نوکروں سے اٹھوا کر پیچھے رکھوا دی اور اس میں موجود کپڑے ملازماؤں میں بانٹ دیے...... اس کے علاوہ نشا کی ہر چیز جو اس گھر میں موجود تھی...... وہ سب اٹھواتی چلی گئی...... نشا کی ایک یاد بھی اس نے گھر میں رہنے نہیں دی تھی۔

عماد یہ سب دیکھ کر مزید خاموش نہیں رہا تھا، وہ پھنکارتا ہوا رمشہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

رمشہ اطمینان سے ہاتھ جھاڑ کر اس کے چہرے کی سرخی ملاحظہ فرمانے لگی۔

"تم کیا سمجھتی ہو، نشا کی سب چیزیں گھر سے نکال کر اس کی یادیں مٹا دو گی؟" وہ کڑی نظروں سے اسے دیکھ کر بولا۔ رمشہ خاموش رہی۔

"اسے میرے دل سے نکال کر دکھا دو تب مانوں گا۔" عماد نے عجیب سی مسکراہٹ سے کہا تو رمشہ کا سارا اطمینان رخصت ہو گیا۔

ہار جانے کا ایک شدید احساس اس کے رگ و پے میں دوڑ گیا...... تشنگی کا درد اس کے دل سے نکل کر پورے وجود میں پھیل گیا تو وہ اپنا پیٹ پکڑ کر کراہنے لگی۔

عماد گھبرا گیا۔

''رمشہ کیا ہوا......؟'' اس نے زمین پر بیٹھتی ہوئی رمشہ کے بھاری وجود کو اپنی بانہوں سے سہارا دیا تو کچھ بگڑنے کا احساس شدت سے محسوس ہوا۔

رمشہ دردِزہ سے مچھلی کی طرح تڑپنے لگی تھی۔

''اماں، اماں ادھر آئیے دیکھیے تو رمشہ کو کیا ہوا ہے۔''

وہ حال سے بے حال ہوتی رمشہ کو سنبھالتا عفیفہ بیگم کو آوازیں دینے لگا۔

☆☆☆

بعض باتیں سوچ میں دور، دور تک نہیں ہوتیں اور وقوع پزیر ہو جاتی ہیں...... قسمت کا پانسہ کب کس رخ پر پلٹ جائے انسان نہیں جان پاتا...... عرین کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا...... وہ پچھلے چند ماہ سے مسلسل جھٹکوں کی زد میں تھی...... شوہر کا اچانک دنیا سے چلے جانا، اس کا تنہا رہ جانا...... اور پھر اسید سے نکاح ہو جانا...... وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی بیٹی کے لیے اس فیصلے کو ماننے پر مجبور ہوئی تھی...... وہ پھول سی بچی بھلا کیوں پرائے گھروں کی ٹھوکریں کھاتی...... یہ گھر اس کے باپ کا تھا وہ یہاں کے ماحول سے مانوس تھی اس کی جان چھڑکنے والی دادی یہاں موجود تھی...... پیار کرنے والا چچا تھا...... رحاب، اسید کا خون تھی...... وہ اس کے لیے روایتی سوتیلا باپ ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

نصرت کے بے انتہا سر کھپانے کے بعد عرین نے اسید سے نکاح کرنے کے لیے بس یہی وجہ مدِنظر رکھی...... ورنہ وہ کبھی اس کو اپنا ہمسفر نہ بناتی کہ ارحم کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا تھا۔

اسید نہ جانے کیسے اس نکاح پر راضی ہوا تھا شاید اس کے پیشِ نظر بھی یہی بات تھی۔ دونوں کا مقصد رحاب کا محفوظ مستقبل تھا۔ لیکن وہ لیہا سے کیسے دستبردار ہوا یہ بات عرین کو الجھا رہی تھی۔

وہ اپنی بیٹی کے لیے خود غرض بن گئی تھی مگر دل میں اسید کے دل کے ٹوٹنے کا خیال بھی تھا۔

عجیب سوگوار ماحول میں ان دونوں کا نکاح ہوا...... اسید نکاح کے بعد ایک دم اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا...... عرین کے گھر والے بھی تھوڑی دیر بعد چلے گئے...... نصرت عرین کو نئی زندگی کی دعا دیتی اٹھ گئیں......

آس

کب سے اس کی آس میں یارو
در دروازے دیکھ رہی ہوں

اِک دن شاید لوٹ آئے گا
اس کے سپنے دیکھ رہی ہوں

جو بھیجے تھے پہنوں گی میں
کالے کپڑے دیکھ رہی ہوں

فری کتنی پاگل ہوں میں
دن میں تارے دیکھ رہی ہوں

کلام: فریدہ جاوید فری، لاہور

تو کمرے میں صرف عرین اور رحاب ہی رہ گئے......

رحاب نیند سے اپنی آنکھیں مل رہی تھی۔ عرین اسے اٹھائے بیڈ پر آ گئی اپنا زرتار دوپٹا اتار کر سائڈ پر رکھا اور رحاب کو لٹا کر تھپکنے لگی...... رحاب فوراً ہی سو گئی تھی...... وہ کمرے کو دزدیدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ کمرے کی ہر چیز وہی تھی۔ پر اب رشتہ بدل گیا تھا۔ ارحم کے بجائے وہ اب اسید کی بیوی تھی۔

ایک ان چاہی بیوی...... دونوں طرف سے ہی ایک مجبوری کا رشتہ۔ عرین نے ایک گہری سانس بھری۔ دفعتاً اس کا سیل فون بجنے لگا۔

اس نے عفیفہ آنٹی کالنگ دیکھ کر فوراً کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم آنٹی...... ارے رحمت ہوئی ہے آپ کو بہت مبارک ہو۔''

وہ دوسری طرف سے رمشہ کے بیٹی ہونے کی خوشخبری سن کر کھل اٹھی۔

''خیر مبارک آنٹی رمشہ ٹھیک ہے؟''

''وہ نصرت بیگم اور تم سب کو شدت سے یاد کر رہی ہے۔ تم لوگ جلدی اسپتال آ جاؤ۔'' اس کے پوچھنے پر آنٹی نے بتایا۔

ان سے بات ختم کر کے عرین نے وقت دیکھا ابھی رات کے ساڑھے دس بجے تھے۔

''میں نصرت پھپو کو بتاتی ہوں رمشہ کی بیٹی ہوئی

ہے۔" وہ اٹھ کر باہر چلی آئی۔

رمشہ کی ڈلیوری ابھی دور تھی اسے ان کے نکاح میں آنا تھا پر آٹھ بجے عفیفہ بیگم کا فون آ گیا کہ ہم رمشہ کو اسپتال لے کر جا رہے ہیں..... نصرت بیگم خیر کی خبر کی منتظر پھر نکاح کے انتظامات میں لگ گئیں اور اب عرین کے سیل پر یہ خوشخبری ملی تو وہ بے اختیار نصرت کے کمرے کی طرف دوڑی۔

"پھپو رمشہ کے بیٹی ہوئی ہے۔" عرین نے جانماز لپیٹتی پھپو کو بتایا۔

"اللہ کا شکر..... میں ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ فون کر کے عفیفہ سے پوچھوں۔ رمشہ کیسی ہے۔" انہوں نے شکر کا کلمہ پڑھ کر پوچھا۔

"الحمدللہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ پھپو عفیفہ آنٹی کہہ رہی ہیں رمشہ ہم سب کو بلا رہی ہے۔ چلیں اس کے پاس۔" عرین نے بے صبری سے پوچھا تو نصرت نے اس کے خوشی سے چمکتے چہرے کو دیکھا کتنے دنوں بعد وہ اس طرح خوش ہوئی تھی۔

"اللہ ہمیشہ خوش رکھے....." نصرت نے دل سے دعا دی۔

"ہاں چلتے ہیں۔ تم اسید سے کہو گاڑی نکالے..... کہاں ہے اسید؟" انہوں نے پوچھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"اسید..... پتا نہیں..... اپنے کمرے میں ہوگا۔"

اس کے جواب پر نصرت بیگم کی پیشانی پر شکن پڑی۔

"اپنے کمرے میں..... کیوں؟" عرین ان کی ادھوری بات کا، پورا مفہوم سمجھ کر خاموش رہی۔

"دیکھو کہاں ہے۔ میں چادر اوڑھ کر آتی ہوں۔" انہوں نے اسے مخمصے میں کھڑا دیکھ کر نرم لہجے میں کہا..... عرین باہر نکل کر اسید کے کمرے تک آئی۔ کمرا خالی تھا باتھ روم چیک کیا وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ لاؤنج ڈرائنگ روم تک دیکھ ڈالا۔ وہ موجود نہ ملا۔ مین گیٹ پر کنڈی لگی تھی۔

کسی خیال کے تحت وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چھت پر چلی آئی۔

کھلی چھت کے بیچوں بیچ بچھی ایک چارپائی پر اسید چت لیٹا ہوا تھا..... دونوں بازو گردن کے نیچے تکیے کی طرح رکھے تھے..... وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ آسمان پر موجود پندرہ تاریخ کے چاند کو یک ٹک دیکھ رہا تھا آہٹ پر چونکا اور اپنی سرخی مائل آنکھیں عرین پر جما دیں۔

وہ میرون کڑھائی والے اسی لباس میں ملبوس تھی جس میں اس کو نکاح کے وقت دیکھا تھا۔ چٹکتی چاندنی میں اس کا گورا وجود واضح نظر آ رہا تھا۔

"اسید..... وہ رمشہ کے بیٹی ہوئی ہے..... پھپو کہہ رہی ہیں اسے دیکھنے اسپتال چلیں۔" عرین پہلی بار اسے کچھ کہتے جھجکی تھی۔

"رمشہ کی بیٹی ہوئی ہے!" ایک لمحے کو اسید کی آنکھیں چمکیں۔

"کل صبح چلیں گے۔" اس نے سابقہ موڈ میں کہا۔

"لیکن پھپو تیار ہیں جانے کے لیے....." عرین نے اسے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر دہرایا۔

"یہ اماں بھی....." وہ جھنجلا کر اٹھا پھر چپل پہن کر اپنی قمیص کی آستینیں نیچے کرتا آگے بڑھا..... اس کا سرمئی شلوار سوٹ سلوٹ زدہ تھا۔ عرین اس کے پیچھے سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی۔

"یہ تم رات کو چھت پر کیا کر رہے تھے؟" نصرت بیگم اس کی کلاس لینے کو تیار کھڑی تھیں۔

"ہوا کھا رہا تھا....." اسید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

عرین سوئی ہوئی رحاب کو گود میں اٹھا لائی۔

"بچی سو رہی ہے آپ لوگوں کو ابھی جانے کا شوق چڑھا ہے..... صبح چلنے میں کیا قباحت تھی۔"

اسید نے گاڑی کا دروازہ کھولتے بیزاری سے کہا۔

"تجھے بہن کی اولاد ہونے کی کوئی خوشی نہیں ہوئی ہے پر ہمیں ہوئی ہے۔ میری بچی کو خدا نے نوازا ہے میں دیکھنے بھی نہ جاؤں۔ کیا سوچے گی عفیفہ۔" نصرت خفگی سے بولیں تو اسید نے سر جھٹکا۔

عرین، رحاب کو لے کر نصرت کے ساتھ پیچھے ہی بیٹھ گئی تھی۔ رحاب دورانِ سفر ہی اٹھ بیٹھی اور خوشی سے کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔ اسید نے راستے سے مٹھائی وغیرہ بھی لے لی تھی۔

وہ لوگ اسپتال پہنچے تو عفیفہ کی خوشی کا انداز ہی

الگ تھا۔ ننھی پری ان کی گود میں کسمسا رہی تھی۔ رمشہ قدرے نقاہت سے بیڈ پر نیم دراز تھی۔

''مبارک ہو رمشہ!'' عرین نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔

''خیر مبارک...... آپ کو بھی مبارک ہو بھابی......''

رمشہ نے مسکرا کر اسید کو دیکھا۔ جو کاؤچ پر خاموش بیٹھا تھا۔

''مبارک ہو اسید...... اب خیر سے تم بھی گھر والے بن گئے۔ رمشہ کی اچانک خوشخبری کی وجہ سے ہم پہنچ نہیں سکے۔ ورنہ ضرور آتے۔'' عفیفہ نے خوش دلی سے اسید کو مخاطب کر کے کہا

وہ جواباً بے تاثر انداز میں بیٹھا رہا۔ عفیفہ کو عجیب لگا پھر انہوں نے دروازے سے اندر آتے اپنے بیٹے کو دیکھا...... جو کم و بیش اسید جیسا رویہ ہی سال بھر سے اپنائے ہوئے تھا۔

دونوں ہی اپنی قسمت سے نالاں نظر آتے تھے۔

''مبارک ہو عماد......'' وہ اٹھ کر بہنوئی سے گلے ملا۔

''خیر مبارک......'' عماد اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

''دادی، یہ ڈول ہے......'' رحاب نے دادی کی گود میں لیٹی بچی کی بند آنکھوں پر انگلی پھیری۔

''ارے...... ڈول نہیں...... جیتی جاگتی گڑیا ہے۔ تمہاری طرح۔ اسے ایسے پیار کرتے ہیں۔''

نصرت نے رحاب کا ننھا ہاتھ بچی کے رخساروں پر نرمی سے پھیرا۔

''یہ کتنی سوفٹ ہے......'' رحاب نے ایک دم بچی کا گال چوم لیا۔ سب ہی رحاب کی بے ساختہ حرکت پر مسکرائے۔

''تم بھی تو اتنی ہی سوفٹ ہو۔'' اسید نے رحاب کو کھینچ کر اپنی گود میں بٹھا کر پیار کیا۔

نصرت کی آنکھوں میں یہ منظر دیکھ کر ٹھنڈک سی اتر آئی۔ انہیں اپنا فیصلہ ٹھیک محسوس ہوا۔

عفیفہ کے دل سے بچوں کے لیے بے ساختہ دعا نکلی تھی۔

☆☆☆

''میں بوڑھی جان کہاں رمشہ کے ساتھ ساری رات جاگ سکوں گی۔ تو جانتا تو ہے میں نیند کی گولی لے کر سوتی ہوں۔ رات میں رمشہ کو کسی چیز کی ضرورت پڑی تو کس کو کہے گی۔ تو اپنی بیوی، بچی کے ساتھ یہ رات گزار لے کل تو ویسے ہی اسے چھٹی مل جانی ہے۔'' نصرت بیگم کے جاتے ہی عفیفہ بھی چادر اوڑھ کر کھڑی ہوئیں تو عماد بوکھلا گیا۔

''میں یہاں رہ کر کیا کروں گا...... سوؤں گا کہاں؟''

اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں مریض کے بیڈ کے علاوہ ایک کاؤچ ہی پڑا تھا۔

''لو سونے کی ضرورت ہی کیا ہے...... اپنی اولاد کے لیے ایک رات جاگ بھی نہیں سکتا۔ پڑ کر سونا ہی ہوتا تو میں نہ رہ جاتی۔'' عفیفہ نے چمک کر کہا۔

''اماں مگر یہ بہت بے آرام جگہ ہے۔'' عماد بے بسی سے بولا تو وہ لب دبا کر مسکرائیں۔

''رمشہ کو دیکھ کتنا درد سہہ کر یہاں لیٹی ہے...... وہ تو شکایت نہیں کر رہی اپنی بے آرامی کی۔'' عفیفہ نے جتا کر رمشہ کی طرف اشارہ کیا جو ماں بیٹے کی گفتگو چپ چاپ سن رہی تھی۔

''اس کی بات دوسری ہے، وہ ماں بنی ہے۔'' عماد نے فوراً کہا۔

''تو تیری بات وہی ہوئی ناں، تو بھی تو باپ بنا ہے...... کچھ نیند کی قربانی دے کے دیکھ، آج کی رات...... تجھے اندازہ تو ہو ماں کی قربانیوں کا۔ اچھا میں ڈرائیور کے ساتھ گھر جا رہی ہوں...... رمشہ اور بچی کا دھیان رکھنا۔'' وہ کہہ کر باہر نکلیں تو عماد انہیں گاڑی تک چھوڑنے آیا۔ انہوں نے کھڑے کھڑے ڈھیر ساری ہدایات اسے دیں اور یہ جا وہ جا۔

عماد واپس لوٹا تو رمشہ بچی کو نرس کی مدد سے فیڈ کرواتی نظر آئی وہ الٹے قدموں پلٹا اور باہر آ کر ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔

''ہائے آپ عماد خان ہیں ناں وہ نصیب ڈرامے والے۔'' ایک نرس گزرتے ہوئے ٹھٹک کر رکی اور اشتیاق سے پوچھا۔

عماد نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''کیا ہی کمال کی اداکاری کرتے ہیں آپ، میں آپ کی ڈائے ہارڈ فین ہوں۔'' وہ کچھ فاصلے پر بیٹھ کر خوشی سے بولی۔

''آپ مجھے آٹوگراف دیں گے؟'' اس نے فرمائش کی تو عماد نے سر ہلایا۔

نرس نے اشارے سے ریسپشن پر کھڑی دو اور نرسوں کو بلوالیا۔

"سر ہمارے پاس فی الحال یہی دستیاب ہے اسی پر آٹوگراف دے دیجیے۔" اس کے آگے اسپتال کا پیپر پیڈ پیش کیا گیا۔ عماد بے ساختہ مسکرایا اور ان سے پین لے کر تینوں کے نام تین صفحات پر الگ، الگ اپنا آٹوگراف دیا۔

"ایک سیلفی ہو جائے۔" شوخ سی نرس نے موبائل سامنے کیا تو دوسری بھی قریب کھسک آئیں...... ایک وارڈ بوائے نے موقع غنیمت جان کر پیچھے سے اپنا سر نکالا۔

"اسمائل پلیز......" نرس نے کہہ کر کھٹا کھٹ کئی تصاویر اتار لیں۔

"سو نائس آف یو سر۔" پھر وہ مسکرا کر بولی۔

"یو آر ویلکم......" عماد نے بھی مسکرا کر کہا۔

"سر یہ آپ کی سیکنڈ وائف ہیں ناں...... پہلی نشا خان کے ساتھ تو بہت بُرا حادثہ پیش آیا تھا ہم نے ٹی وی پر نیوز دیکھی تھی۔ بہت دکھ ہوا تھا...... آپ دونوں کی جوڑی کمال تھی۔"

اسی نرس نے اچانک دکھ بھرے لہجے میں کہہ کر عماد کے زخم ادھیڑ دیے وہ ایک دم گم صم سا ہو گیا۔

"ویل، سر اللہ نے آپ کو نئی زندگی دی پھر نیا لائف پارٹنر دیا آپ کی یہ وائف بھی بہت پیاری ہیں بیٹی بھی بہت کیوٹ ہے۔"

نرس نے مزید کہا تھا عماد تو بس پچھلے تعزیتی الفاظ میں ہی الجھ کر رہ گیا تھا۔

نرسیں اٹھ کر جا چکی تھیں...... وہ وہیں بیٹھا رہ گیا۔

"ایکسکیوزمی سر! آپ اندر جا سکتے ہیں۔" کمرے سے نرس باہر نکلی تو عماد کو بیٹھا دیکھ کر کہا۔

عماد بھاری دل سے اندر چلا آیا۔

رمشہ بیڈ پر اور بچی کاٹ میں سوئی ہوئی تھی...... کاٹ کو رمشہ کی سہولت کے لیے بیڈ سے لگا کر رکھا گیا تھا۔

وہ بے دلی سے چلتا ہوا کاؤچ پر آ کر بیٹھ گیا...... اور ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ نشا بند آنکھوں میں اپنی شوخ مسکراہٹ سمیت اتر آئی۔

"نشا تم کیوں چلی گئیں میری زندگی سے...... میں کتنا ادھورا ہو گیا ہوں۔" عماد نے اس کے عکس کو مخاطب کیا...... دو آنسو آنکھوں سے نکلے اور شرٹ میں جذب ہو گئے۔ دفعتاً باریک آواز میں کوئی رونے لگا۔ عماد نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں۔

بچی کاٹ میں بری طرح رو رہی تھی۔ وہ تیزی سے کاٹ کی طرف آیا اور بچی کو جھک کر دیکھنے لگا۔

گلابی کمبل میں لپٹی گلابی گڑیا جیسی بچی اپنی ننھی مٹھیاں بھینچے اور آنکھیں میچے رونے میں مگن تھی۔

عماد نے رمشہ کو دیکھا جو گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ ہلکا سا پیلاہٹ مائل چہرہ اس کی تھکن کا عکاس تھا۔

"اسے بھوک لگی ہے شاید......" وہ ننھی پری کے سلکی بالوں والے ننھے سے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ بچی باپ کے لمس پر ایک دم چپ ہو گئی...... اس نے اپنی آنکھیں کھول کر پٹپٹائیں۔

عماد کو ایک خوشگوار سا احساس ہوا۔ اس نے بہت احتیاط سے اس ننھی بے وزن جان کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ شفقت کی زبردست لہریں عماد کے وجود سے پھوٹنے لگیں۔

اچانک ایک دھماکا سا ہوا اور کمرا اندھیرے میں ڈوب گیا۔ عماد نے ایک دم بچی کو اپنے سینے سے لگایا اور سیل فون کی ٹارچ جلا کر چاروں طرف نظر گھمائی تو معلوم ہوا کہ کاٹ کے عین اوپر لگا بلب اچانک پھٹ کر کرچیاں کاٹ میں آن گری تھیں۔ کانچ کے ٹکڑے سارے بستر پر بکھرے ہوئے تھے۔

عماد نے ٹارچ گھما کر رمشہ کی طرف کی وہ کروٹ کے بل سوئی نظر آئی۔

اس نے ایک اطمینان بھری سانس خارج کی۔

"اور اگر چند سیکنڈ پہلے میں ننھی گڑیا کو کاٹ سے نکال کر گود میں نہ اٹھاتا تو یہ بکھرے ہوئے کانچ اس کی آنکھوں میں چبھ جاتے۔" ایک ظالم سوچ نے عماد کو لرزا دیا۔

"میری پیاری بیٹی...... میری جان۔" بے اختیار اس نے بچی کو بے تحاشا پیار کرنا شروع کر دیا۔

بچی اس افتاد پر زور، زور سے رونا شروع ہو گئی۔

"کیا ہوا، یہ اتنا اندھیرا کیوں ہے؟" رمشہ کی آنکھ کھلی تو وہ گھبرا کر پوچھنے لگی۔

"بلب ٹوٹ گیا ہے......" عماد نے بھاری آواز سے بتایا۔

''بلب ٹوٹ گیا...... کہاں...... گڑیا تو ٹھیک ہے ناں...... مجھے دیں میری بچی۔'' رمشہ نے بانہیں کھول کر کہا۔

عماد نے بچی اس کی گود میں دے دی۔

''اسے کاٹ میں مت لٹانا...... کانچ پڑے ہیں۔''

پھر اسے ہدایت دیتا موبائل وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر نکلا، اسے انتظامیہ سے اس واقعے کی شکایت کرنی تھی۔

جو کچھ ہوا اس سے بہت نقصان ہو سکتا تھا...... مگر جو بھی ہوا اس نے بڑے نقصان سے بچا بھی لیا تھا۔ اس کو اولاد جیسی نعمت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہوا...... ایک صحت مند بے عیب اولاد خدا کی کتنی بڑی نعمت ہے...... ''اگر جو گڑیا آنکھوں سے محروم ہو جاتی پھر کیا ہوتا۔''

عماد اس سے آگے کچھ نہ سوچ سکا۔

کچھ واقعات ہمیں سبق سکھانے کے لیے وقوع پزیر ہوتے ہیں...... یہ واقعہ بھی ان میں سے ایک تھا۔

☆☆☆

''تم نے چپ چاپ عرین سے نکاح کر لیا...... یہ بھی نہ سوچا میرا کیا ہوگا۔'' لیبا زور شور سے آنسو بہانے لگی۔ اسید نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

''کل ہی پھپھو گھر آ کر نصرت بیگم کو کھری، کھری سنا گئی تھیں...... اور آج لیبا اس کی خبر لے رہی تھیں۔

''میں نے تمہیں اتنا بے وفا نہیں سمجھا تھا اسید۔'' اس نے نزاکت سے آنکھیں ٹشو سے صاف کیں۔

اسید مستقل خاموش تھا۔

''ارے میرے مقابل لانی تھی تو کوئی ان بیاہی کم عمر لڑکی تو لاتے...... ایک بیوہ لائے ہو۔'' اس کے نچلے درجے کے طنز نے اسید کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

''لیبا زبان سنبھال کر بات کرو۔'' اس نے سختی سے کہا۔

''کیا زبان سنبھالوں، میں جھوٹ کہہ رہی ہوں۔ تمہارا حق تھا کہ تمہیں میرے جیسی کنواری لڑکی ملتی۔ ایک برتی ہوئی عورت تمہارے قابل نہیں تھی...... لیکن تمہیں تو لگتا ہے اس کے چٹے حسن نے اپنے جال میں پھانس لیا۔ ہر وقت تو اپنے براؤن بال کھولے گھر میں تتلی بنی پھرتی تھی۔ تمہارا ابھی دل ایسا آیا کہ ہمیشہ نام لے کر اسے بلاتے تھے...... کبھی بھابی کہا ہی نہیں۔ ہمیشہ اس کی بے جا تعریفیں کرتے تھے عرین ایسی عرین ویسی...... اور اب جیسے ہی موقع ملا جھٹ اس کو بیوی بنا لیا۔''

وہ زہر خند ہوتی نفرت سے بولی تو اسید ششدر رہ گیا۔

''بس لیبا بس...... تمہاری بکواس ناقابلِ برداشت ہے۔'' اس نے ہاتھ کھڑا کر کے غصے سے کہا۔ ''تم عرین کے بارے میں بات کرتے ہوئے اپنے مقام سے گرتی جا رہی ہو۔''

''دیکھا آیا ناں غصہ...... مر رہے ہو اس کے پیچھے...... یہ ٹیلنٹ بھی کسی کسی لڑکی میں ہوتا ہے...... ایک کی بیوی بن کر دوسرے کو اسپیئر (فالتو) میں رکھے تا کہ وقت پڑنے پر اس کے گلے پڑ جائے۔''

''لیبا!'' وہ اتنی زور سے چلایا کہ ریسٹورنٹ میں بیٹھے سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''میں نے کہا ناں زبان سنبھال کر بات کرو...... تم ایک بے قصور عورت پر مسلسل الزامات لگاتی جا رہی ہو۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''ایک لفظ نہیں سنوں گا مزید......'' پھر شہادت کی انگلی اٹھا کر لیبا کو وارننگ دی اور ٹیبل کو ٹھوکر مارتا تیز قدموں سے ریسٹورنٹ سے نکل آیا۔

''کیا کہہ رہی تھی...... بدتمیز لڑکی...... اتنے رکیک الزامات عرین پر لگا دیے۔'' ریسٹورنٹ کے ڈرائیو وے سے کار نکالتے اسید نے کھولتے دماغ کے ساتھ سوچا۔

''شرم حیا سے بالکل عاری ہے یہ لیبا...... میں کب سے شرمندگی سے دوچار اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ عرین پر ہی چڑھ دوڑی۔ عرین بیچاری نے تو کبھی اسے برا بھلا نہیں کہا...... ہاں اس کی خود غرضی سے نالاں رہتی تھی جو حقیقت بھی ہے...... دو گھنٹے کم و بیش مجھے اکساتی رہی کہ اماں اور عرین دونوں کو بے آسرا چھوڑ کر اس کے ساتھ آسٹریلیا چلا جاؤں...... پیچھے ان کا کچھ بھی حال ہو...... حد ہے۔ اتنی مجھ سے محبت تھی تو میرے ساتھ وطن میں رہ جاتی...... ارحم بھائی کی وفات کے بعد میں نے آسٹریلیا جانے سے انکار کر دیا تھا تب بھی مجال ہے کہ کہا ہو کہ اسید میں تمہارے ساتھ رہ کر کسی بھی حال میں گزارہ کر لوں گی۔ الٹا مجھے ملامت کرتی رہی کہ بیوقوف بن

رہے ہو...... مٹی ڈالو سب پر میرے ساتھ چلو۔“

اسید نے سر جھٹک کر خود کو پُرسکون کرنے کی سعی کی لیکن گاڑی میں تمام وقت وہ غصے سے کھولتا رہا۔

گھر آیا تو سیدھا اپنے کمرے میں آ کر جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹ گیا۔ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ دروازے پر آہٹ ہوئی...... اسید نے گردن گھما کر دیکھا عرین کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

”باہر مین گیٹ کھلا چھوڑ کر آئے ہو خیر تو ہے۔“

وہ کمرے میں جابجا بکھری چیزیں سمیٹتی پوچھ رہی تھی۔

اسید چونک کر سوچنے لگا کہ دروازہ بند کرنا کیسے بھول گیا۔

”ایک تو کمرا اتنا گندا رہنے لگا ہے تمہارا...... سارا دن صفائی بھی نہیں ہو سکتی...... کمرے کی چابی جیب میں ڈال کر نکل جاتے ہو...... جیسے پیچھے خزانے پڑے ہوں۔“ وہ معمول کے انداز میں بولتی صفائی کرتی رہی۔

اسید نے بغور اسے دیکھا...... جو کسی قسم کی آرائش کے بغیر سادہ حلیے میں کام نمٹا رہی تھی۔

”براؤن بال کھول کر گھر میں تتلی بنی پھرتی تھی۔“

اسید کے ذہن میں لیبا کے الفاظ گونجے۔

”ہاں ارحم بھائی جب حیات تھے تو عرین خود پر کافی توجہ دیتی تھی۔ چہرے کی رنگت تو قدرتی چمکدار تھی۔ ارحم بھائی کی فرمائش پر اس نے گھر میں بھی ہمیشہ اپنے بال کھولے رکھے۔ مگر اب تو......

اس نے عرین کے بالوں کے ڈھیلے ڈھالے جوڑے کو دیکھا۔

وہ بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر سے چائے کا جھوٹا کپ اٹھانے کو جھکی تو اسید نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں کا جوڑا کھول دیا سیدھے سلکی براؤن بال آبشار کی طرح عرین کی کمر پر آ گرے۔

عرین ایک دم سیدھی کھڑی ہوئی اور حیرت سے اسید کو دیکھا جو اپنی بے ساختہ حرکت پر خود کنفیوز نظر آ رہا تھا۔

”تم پر کھلے بال ہی سوٹ کرتے ہیں۔ ان کو باندھا مت کرو۔“ اسید نے کندھے اچکا کر نارمل انداز میں کہا۔

کسی کی یاد نے عرین کے دل پر چٹکی سی لی...... اس نے بھرے دل سے اپنے بال پھر سے لپیٹ لیے...... اور چائے کا کپ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

عماد کے رویے میں واضح فرق رمشہ اور عفیفہ دونوں کو محسوس ہوا تھا۔ وہ بدل رہا تھا وہ بدلتا جا رہا تھا...... ربیطہ کی ننھی جان میں اس کی جان اٹکی نظر آتی تھی وہ اپنی بیٹی کو بے تحاشا پیار کرتا تھا اسے ہر وقت توجہ دیتا اتنی توجہ کہ رمشہ اپنی ہی نظر لگ جانے کے خوف سے باپ بیٹی سے نگاہیں پھیر لیا کرتی تھی۔ وہ رمشہ کا بھی خیال رکھنے لگا تھا...... عفیفہ تو یہ محبتیں دیکھ کر نہال ہوتی تھیں...... آخر اللہ نے عماد کا دل رمشہ کی طرف مائل کر دیا تھا بے شک اسی کے ہاتھ میں دلوں کو پھیر لینا ہے۔

راوی اب چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ کسی تشنگی کسی غم کا شائبہ تک اب ان کی زندگی میں نہیں رہا تھا۔ ربیطہ کی دنیا میں آمد ان کے لیے بہت سعد ثابت ہوئی تھی۔

☆☆☆

اس دن کی بے اختیاری کے بعد اسید پھر سے ویسا ہی کمپوزڈ ہو گیا تھا۔ البتہ عرین اس سے کچھ جھجکنے لگی تھی۔ اس نے اسید کی غیر موجودگی میں بھی اس کے کمرے کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا...... رحاب مگر اپنے چاچو سے بہت فری تھی...... گود سے اترنے کی دیر ہوتی وہ اس کے پاس دوڑی جاتی...... چاچو کے کمرے میں بھی اس کو جانے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا...... اماں نے اب اسے چاچو کے بجائے اسید کے لیے بابا لفظ سکھانا شروع کر دیا تھا...... سو اب وہ چاچو، بابا، بابا کر کے اسید کے پیچھے پھرتی۔ اسید بھی جتنا وقت گھر میں رہتا اس کے لاڈ کرتا رہا۔

عرین ایسے وقت میں گھر کا کام اچھے طریقے سے نمٹا لیتی تھی کہ رحاب مکمل مگن ہوتی تھی۔ اماں تو اب صرف اپنے ذکر اذکار کرتی رہتی تھیں...... کبھی دل چاہتا تو پوتی کو پاس بٹھا کر ڈھیروں پیار کرتیں...... کبھی بس خاموش تسبیح گھماتی رہتیں عرین ان کا دکھ سمجھتی تھی اور ان کی پریشانیاں بھی...... گھر میں معاشی مسائل سر اٹھا رہے تھے...... ارحم کی پرائیویٹ جاب تھی...... ان کے بعد گھر میں صرف بابا کی پینشن آ رہی تھی جو گھر چلانے کے لیے ناکافی تھی...... کبھی عرین کا دل چاہتا اسید کو جھنجوڑ کر پوچھے کہ ”کیا تمہیں گھر کے بدلتے حالات نظر نہیں

آتے...... سارا دن نہ جانے کہاں، کہاں کی خاک چھانتے پھرتے ہو کہیں ملازمت کرنے کا بھی سوچو......''

لیکن ان کے درمیان ایک جھجک کی دیوار بن گئی تھی کہ وہ پہلی سی بے تکلفی سے اسے بات نہیں کرسکتی تھی۔ مگر اسے اسید کی بے حسی پر کڑھن بھی ہوتی تھی۔

☆☆☆

''آ کسی شام، کسی یاد کی دہلیز پہ آ
عمر گزری ہے تجھے دیکھے ہوئے
بہلائے ہوئے
یاد ہے، ہم تجھے دل مانتے تھے
اپنے سینے میں مچلتا ہوا ضدی بچہ
تیرے ہر ناز کو انگلی سے پکڑ کر اکثر
نت نئے خواب کے بازار میں لے آتے تھے
تیرے ہر نخرے کی فرمائش پر
ایک جیون کی تمناؤں کی بینائی سے
ہم دیکھتے تھکتے ہی نہ تھے
یاد ہے ہم تجھے سکھ جانتے تھے
رات حبس پڑتی تھی
بے ساختہ درشن سے تیرے
دن تیری دوری سے رو پڑتا تھا
یاد ہے ہم تجھے جان کہتے تھے
تیری خاموشی سے مر جاتے تھے
تیری آواز سے جی اٹھتے تھے''

عماد نے چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے نظم گنگنائی...... پھر ذہن پر زور دیا...... کہیں کمی سی محسوس ہوئی...... ادھوری نظم ہونٹوں پر ٹھہری تھی۔

''تمہارے بعد سارے شعر بھول گئے ہیں نشا......''

اس نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کپ لبوں سے لگایا۔ اس وقت وہ ٹیرس پر بیٹھا ڈھلتی شام کا منظر آنکھوں میں اتار رہا تھا۔

نارنجی سورج کی دم توڑتی شعاعیں دنیا والوں کو الوداع کہہ رہی تھیں...... رخصت ہو جانے کی اپنی ہی ایک اداسی ہوتی ہے...... جدائی عارضی ہی سہی دل کو کاٹتی ضرور ہے...... ان شعاعوں کو کل صبح پھر سے ایک نئے جوش نئی تازگی سے ابھرنا تھا...... مگر یہ جاتے سمے روز ہی رنجیدہ دکھائی دیتی تھیں۔

جلدی کا کام

ایک صاحب بہت جلد باز تھے ایک دن بیمار ہوگئے اور ڈاکٹر نے ایک پرچہ لکھ کر دیا جس میں دوا اور پرہیز درج تھا۔ انہوں نے دوائیاں لیں اور گھر آگئے۔ گھر آکر پرچہ کھولا اوپر لکھا تھا مرغی...... صاحب تیزی سے بازار گئے مرغی لائے بیگم کو دی اور پکوا کر کھائی۔ پھر دوسرا لفظ پڑھا۔ گائے کا گوشت...... فوراً گائے کا گوشت لے آئے اور بھنوا کر کھالیا تیسری سطر میں لکھا تھا انڈا...... انہوں نے انڈا منگوایا اور اسی وقت ابال کر کھالیا۔ اب ان کی نظر آخری سطر پر پڑی لکھا تھا۔ ان تینوں چیزوں سے پرہیز لازم ہے۔ جبھی کہتے ہیں جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔

از: زرینہ خانم لغاری، مظفر گڑھ

عماد نے خالی کپ میز پر رکھا۔ اور کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں...... نشا بنا اجازت مسکراتی سامنے آگئی۔

''نشا تم اس ڈھلتی شام کی طرح مجھ سے رخصت لے کر چلی گئیں'' عماد کے لبوں پر ہمیشہ کا شکوہ مچلا۔

نشا مسکراتی رہی۔

''تم ربیطہ کی صورت میں پھر سے میرے پاس آگئی ہو نشا...... تم جانتی ہو ربیطہ سے مجھے تمہاری خوشبو آتی ہے...... میں نے تمہیں دل سے نہیں نکالا نشا مگر دل کے ایک خانے میں محفوظ کرلیا ہے...... دوسرے خانے میں رمشہ آبسی ہے...... اس کے لیے آخر میرے دل میں جگہ بن ہی گئی...... وہ سادہ سی نیچر کی اچھی لڑکی ہے پھر وہ میری ربیطہ کی ماں ہے۔ میں اب تمہیں تنہائی میں یاد کرلیتا ہوں...... سب سے چھپ کر سکون سے...... اماں، رمشہ اور ربیطہ کو بھی تو وقت دینا ہوتا ہے...... ورنہ ان کو شکایت ہوتی ہے۔''

وہ ہلکی آواز سے نشا سے باتیں کرتا رہا۔ وہ مسکاتی سنتی رہی۔

''عماد......'' اماں نے پکارا تو عماد نے آنکھیں کھول دیں۔

نشا دھواں بن کر آنکھوں سے اڑ گئی..... عماد نے ایک گہری سانس لی اور ٹیرس سے اتر کر نیچے آ گیا۔

☆☆☆

وہ رحاب کو کھانا کھلا رہی تھی کہ گھنٹی کی آواز پر اپنی جگہ سے اٹھ کر گیٹ تک آئی۔

دروازہ کھولا تو اسید اندر آیا تھا۔

''اماں کہاں ہیں۔'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''اِدھر ہی لاؤنج میں ہیں۔''

عرین ہٹا کر آگے بڑھی تو اسید نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا۔

''کہاں بھاگی جا رہی ہو یہ مٹھائی کھاؤ۔''

اس کے ہاتھ میں گلاب جامن تھی۔ عرین نے ہلکا سا منہ کھولا تو اس نے پورا گلاب جامن منہ میں ڈال دیا۔

''ارے بس.....'' اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے بمشکل نگلا۔ اور اسے گھور کر دیکھا جو آگے بڑھ کر اب اماں کے منہ میں برفی ڈال رہا تھا۔

وہ بھی ارے، ارے کرتی رہ گئیں۔ اسید نے ہنستے ہوئے مٹھائی کا ڈبا میز پر رکھا۔

''چاچو بابا مجھے بھی.....'' رحاب اپنا کھانا چھوڑ کر دوڑی آئی۔

''میری جان کے لیے ساری مٹھائی..... کون سی کھاؤ گی۔'' اس نے رحاب کو گود میں اٹھا کر پوچھا۔

''یہ والی۔'' رحاب نے رس گلے کی طرف اشارہ کیا اسید نے اس کے چھوٹے سے منہ میں رس گلا ڈالا۔

''بیٹا بتاؤ بھی یہ مٹھائی کس خوشی میں کھلائی ہے؟'' نصرت بیگم کو تجسس ہوا۔

''اماں مجھے بہت اچھی جگہ ملازمت مل گئی ہے اسی خوشی میں۔''

''ماشاء اللہ بہت مبارک ہو..... اللہ کا شکر ہے یہ دن دکھایا۔'' وہ خوش ہو کر اٹھیں اور اسید کی پیشانی چوم کر کہا۔

''میں دو نفل شکرانے کے پڑھ لوں۔'' پھر فوراً سر پر دوپٹا جما کر اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔

عرین واپس اپنی جگہ پر بیٹھ کر رحاب کی پلیٹ میں سے میز پر گرے چاول سمیٹنے لگی۔

''تم نے مجھے ملازمت ملنے کی مبارک نہیں دی عرین۔'' اسید نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے شکوہ کیا۔

''مبارک ہو اسید.....'' عرین نے دھیرے سے کہا۔

''اتنی پھیکی سی مبارک باد.....'' اس نے شکایتی لہجے میں کہا تو عرین نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''مبارک باد بھی پھیکی یا میٹھی ہوتی ہے.....'' پھر اس نے بھویں جوڑ کر پوچھا۔

''کیوں نہیں..... اماں نے جو مبارک دی وہ میٹھی سی تھی اور تمہاری مبارک باد بہت پھیکی۔'' اسید نے کس طرف اشارہ کیا تھا عرین کو سمجھتے دیر نہ لگی..... وہ لب کاٹتے اسید کی وارفتہ نگاہوں سے رخ پھیر گئی۔

''آج اسے کیا ہو گیا ہے.....'' عرین نے دل میں پلیٹیں اٹھاتے ہوئے سوچا۔

''چھوڑو اس کام کو..... مجھے بتاؤ میری جاب لگنے کی تمہیں کوئی خوشی نہیں ہوئی؟'' اسید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بے تکلفی سے پوچھا۔

''ہوئی ہے اسید..... کیوں نہیں ہوئی.....'' وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے دھیرے سے چھڑا کر بولی۔

''جھوٹ..... تمہارے چہرے کے ایکسپریشن سے تو کہیں نہیں لگ رہا۔'' وہ فوراً بولا۔

''میرا چہرہ ایسا ہی ہے ایکسپریشن لیس.....'' وہ جھنجلا کر بولی۔

''اچھا.....'' اسید نے اس کے رخسار پر ہاتھ پھیرا۔

''یہ کیا حرکت ہے.....'' وہ کرنٹ کھا کر دور ہٹی پیشانی پر دو تین بل نمودار ہوئے۔

''تم تو کہہ رہی تھی تمہارا چہرہ ایکسپریشن لیس ہے اب یہ غصے والا ایکسپریشن کیسے آیا؟''

اسید ہنسنے لگا تو وہ شرمندہ سی ہو گئی۔ پھر پلیٹیں اٹھا کر وہاں سے کچن میں آ گئی۔

☆☆☆

اسید کی جاب لگنے سے زندگی بظاہر اپنے معمول کی طرف آ گئی تھی لیکن اہل خانہ کے بکھرے ہوئے احساسات سمیٹنے میں ابھی وقت لگنا تھا۔

اسید نوکری کے بعد خاصا مصروف ہو گیا تھا..... لیکن رحاب کو پھر بھی ٹائم دینے کی کوشش کرتا تھا..... وہی وقت زندگی کا احساس دلاتا جب وہ رحاب کے ساتھ باتیں کرتا

اور کھیلتا تھا۔ سارا دن کی اداس سی خاموشی کے بعد شام کو دونوں چچا بھتیجی کی شرارتیں ماحول کو بدل دیتی تھیں۔

اسید جان بوجھ کر رحاب سے ہنستا بولتا تھا...... تاکہ گھر میں چھائی رنجیدگی کا خاتمہ ہو۔ وہ اب حالات کو سدھارنا چاہتا تھا...... اسے اپنی بیوہ ماں کی پریشانی کم کرنی تھی...... نہ جانے کیسے مگر ان چند ماہ میں وہ بے پروا اور کھلنڈرے لڑکے سے رفتہ، رفتہ ایک سمجھدار مرد کے روپ میں ڈھلتا جا رہا تھا...... ہر بار جب وہ رحاب کو دیکھتا تو اپنا آپ تبدیل کرنے پر مجبور پاتا۔

اماں اس کے آفس سے واپسی پر اپنے کمرے سے نکل کر باہر آ جاتی تھیں اور بیٹے اور پوتی کو ایک دوسرے سے اٹکھیلیاں کرتے دیکھ کر خوش ہوتی تھیں۔

بہو اور بیٹے کے درمیان پھیکے تعلقات اب بھی دل کو چبھتے تھے مگر وہ سمجھوتا کر چکی تھیں۔ کم از کم ان کی رحاب کو تو اسید نے باپ کی طرح پیار دینا شروع کر دیا تھا۔ یہ بھی بہت تھا۔

☆☆☆

آج شام رمشہ کی بیٹی کا عقیقہ اور رمشہ کی سالگرہ ایک ساتھ منائی جانی تھی...... عماد نے ایک معروف ہوٹل میں ریسپشن رکھا تھا...... اتوار کا دن تھا اور ماسی کی بھی چھٹی تھی...... عرین صبح سے کاموں میں الجھی ہوئی تھی۔ ناشتا بنایا پھر صفائی کی، کپڑے واشنگ مشین میں ڈالے۔ اور پھر دوپہر کے کھانے کی تیاری کرنے کچن میں چلی آئی۔

وہ آٹا تسلے میں نکال کر گوندھ رہی تھی کہ اسید کچن میں چلا آیا۔ عرین نے دھیان نہیں دیا وہ جب بالکل اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا تب وہ چونکی۔

''مجھے دو میں آٹا گوندھ دیتا ہوں......'' اسید نے اپنے بازو لمبے کر کے اس کے آٹا گوندھتے دونوں ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔ یوں کہ وہ اس کے گھیرے میں آ گئی۔

''میں گوندھ لوں گی......'' عرین اس کی اس درجہ قربت سے خود میں سمٹی۔

''صبح سے کاموں میں لگی ہوئی ہو...... میں ہاتھ بٹا دوں گا تو کیا مضائقہ ہے۔''

اسید کی آواز بہت گمبھیر اور دھیمی تھی...... اس کی سانسیں عرین کی گردن سے ٹکرا رہی تھیں۔ عرین کے دل میں ہلچل سی مچی۔

''جتنے عمدہ اور کرارے تم پراٹھے بناتے ہو اتنا ہی عمدہ آٹا گوندھو گے تو ہمیں ہضم نہیں ہوگا۔'' اس نے اپنی اودھم مچاتی دھڑکنوں پر قابو پا کر معمول کے لہجے میں جتایا تو اسید بے اختیار ہنسا۔

''تم پراٹھوں کے اندر بسا میرا پیار دیکھا کرو...... ان کا کرارا پن نہیں۔'' اس نے ایک جسارت کی تو عرین کسمسا کر رہ گئی۔

''اسید مجھے کام کرنے دو......'' اس نے کمزور سی آواز میں کہا۔

''بڑی جلدی ہے میری گرفت سے نکلنے کی۔''

اس کی بات پر عرین کا چہرہ گلابی سا ہوا۔

''او کے کر و اپنا کام۔ مگر یاد کرلو تم میرے نکاح میں ہو۔'' خلاف توقع وہ یہ کہتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹا تو عرین فوراً ہی فاصلے پر ہوئی۔

''بات سنو عرین...... دوپہر کا کھانا بنالو پھر میرے ساتھ مال چلنا آج شام کی پارٹی کے لیے تمہیں، رحاب اور اماں کو کپڑے وغیرہ دلواؤں گا۔'' اسید نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا تو عرین نے سر ہلا دیا۔

وہ کچھ نئے سے احساسات لے کر کچن سے نکلی تھی۔

پھر دوپہر کا کھانا کھا کر یہ لوگ شاپنگ مال چلے گئے۔ اسید نے تینوں کو شاپنگ کروائی...... عرین کے لیے اس نے ایک خوب صورت نفیس کام والی میجنٹا کلر کی ساڑی پسند کر کے پیک کروالی۔ پھر اسی ساڑی کی میچنگ کی باقی کی ہر چیز دلائی۔ نصرت بیگم تو نہال ہی ہو رہی تھیں۔ بہو بیٹا ساتھ چلتے کتنے اچھے لگ رہے تھے اسید کا ہاتھ پکڑے رحاب چہک رہی تھی۔ کتنا مکمل منظر تھا۔

شام میں وہ نہ جانے کیوں دل لگا کر تیار ہوئی...... بال بھی کھلے چھوڑ دیے تھے۔ وہ اتنے دنوں بعد آئینے میں خود کو بہت خوب صورت نظر آئی تھی۔

رحاب کا ہاتھ پکڑے جب وہ کمرے سے تیار ہو کر باہر نکلی تو اس کی طرف ہی آتا اسید ٹھٹک کر رک گیا اور محویت سے اسے دیکھنے لگا...... عرین بلش سی ہو کر اس کی نگاہوں سے دور بھاگی اور نصرت کے کمرے میں چلی آئی جو پرس اور چادر سنبھال کر باہر نکل رہی تھیں۔

''ماشاء اللہ خدا نظرِ بد سے بچائے......'' انہوں نے بے اختیار کہا۔
وہ گاڑی میں اسید کے برابر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی اور کار کا دروازہ بند کیا تو ساڑی کا پلو دروازے میں اٹک گیا۔
''دروازہ صحیح بند نہیں......'' اسید اس کی طرف جھکا اور ہاتھ بڑھا کر دروازہ ہلکا سا کھولا نیچے ساڑی کا پلو لٹکتا نظر آیا عرین نے جلدی سے پلو کو اوپر کیا۔
''اچھی لگ رہی ہو......'' اسید نے دروازہ بند کر کے پلٹتے ہوئے سرگوشی کی تو عرین کے چہرے پر سرخی پھیل گئی۔
اسید فوراً ہی سیدھا ہوا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
☆☆☆
تقریب بہت ہی شاندار رہی سب ہی دل سے خوش تھے...... ایک عرصے بعد سکون اور اطمینان کی لہر دونوں فیملیز کے افراد نے محسوس کی تھی۔
گھر واپس آتے آتے رات کے بارہ بج گئے۔ نصرت بیگم نیند سے بے حال فوراً ہی اپنے کمرے میں چلی گئیں ،......رحاب تھک کر گاڑی میں ہی سو گئی تھی۔ عرین نے اسے کمرے میں اگر احتیاط سے بیڈ پر سلایا......اور اسی احتیاط سے اسے نائٹ ڈریس پہنا دیا۔
گلابی فراک میں تتلی کی طرح اِدھر سے اُدھر بھاگتے دوڑتے وہ کتنی خوش تھی۔ عرین نے اس کے گھنے بالوں سے ہیئر بینڈ نکالتے سوچا اور مسکرا دی۔
''میں بھی اب چینج کرلوں...... اتنے دنوں بعد فارمل ڈریسنگ کی ہے......اب الجھن سی ہو رہی ہے۔''
وہ بیڈ سے اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھی ہی تھی کہ دروازہ کھلنے کی آہٹ پر چونک کر مڑی۔
اسید اندر داخل ہوا تھا پھر اس نے دروازہ لاک کر دیا......عرین کا دل عجیب انداز سے دھڑکا۔
''تمہیں جی بھر کر دیکھنے کی چاہ یہاں تک کھینچ لائی۔'' وہ دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھتا مسکرا کر بولا۔
''میرے خیال سے تقریب میں تمام وقت تم مجھے ہی دیکھتے رہے ہو۔'' عرین نے فوراً کہا۔
''اس کا مطلب ہے تم میری نگاہیں محسوس کر رہی تھیں۔ پھر بھی انجان بن رہی تھیں۔'' وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔
''تم آنکھیں پھاڑ، پھاڑ کر دیکھو گے تو ظاہر ہے محسوس ہی کروں گی۔'' وہ بے ساختہ بولی۔
''شوہر سے اس طرح بات کرتے ہیں؟'' اسید نے آنکھیں دکھائیں۔
''پھر کس طرح بات کرتے ہیں؟'' عرین نے اسے چڑایا۔
''جیسے تم ارحم بھائی سے بات کرتی تھیں آپ جناب سے......'' اسید نے اپنی جھونک میں کہہ تو دیا مگر پھر عرین کے چہرے پر درد کے سائے دیکھ کر پچھتایا۔
''وہ عمر میں مجھ سے پانچ سال بڑے تھے۔'' عرین نے نم آواز سے کہا۔
''یعنی اب مجھے تمہارے منہ سے آپ جناب سننے کے لیے اپنی عمر بڑھانی پڑے گی۔'' اسید نے دانستہ ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔
''عمر بڑھانا اپنے ہاتھ میں کہاں ہوتا ہے......'' عرین رنجیدگی سے بولی پھر آنکھوں کے اشک چھپانے کے لیے چہرہ نیچے کر لیا۔
''مجھ سے اپنے آنسو مت چھپاؤ عرین......'' اسید نے قریب آ کر اس کی کمر میں نرمی سے ایک ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی تھوڑی اونچی کی۔
''تم ارحم بھائی کی یاد کے آنسو میرے سامنے بہا سکتی ہو...... میں تمہیں رونے سے منع نہیں کروں گا۔ بلکہ تمہارا درد بٹاؤں گا...... تم سے مل کر رو بھی لوں گا۔'' اسید نے اس کے بہتے آنسو صاف کرتے پیار سے کہا تو عرین کی آنکھوں میں حیرت سی سمٹ آئی۔
''حیران کیوں ہو رہی ہو......ارحم بھائی کے جانے کا دکھ صرف تمہارا تو نہیں...... میرا بھی ہے...... ان کی جدائی نے مجھے بھی اسی طرح نڈھال کیا ہے، جس طرح تمہیں کیا ہے......تم ان کی ہر یاد جب چاہو مجھ سے شیئر کر سکتی ہو، مجھے اچھا لگے گا۔'' اسید کے نرم لہجے میں ایسی تاثیر تھی کہ عرین پگھل کر اس کے گلے لگی اور پھوٹ، پھوٹ کر رو پڑی۔ اتنا روئی، اتنا روئی کہ اس کی ہچکیاں بندھ گئی۔
اسید پیار سے اس کی پیٹھ سہلاتا رہا۔ کافی دیر رو لینے کے بعد وہ خود ہی چپ ہو گئی۔ دفعتاً اسے احساس ہوا

کہ اسید کا کندھا اس کے آنسوؤں سے بری طرح گیلا ہو چکا ہے بلکہ یہی نہیں اس کی اجلی شرٹ پر کالر کے پاس عرین کی آنکھوں سے بہے کاجل کا کالا رنگ اور اس کے ہونٹوں کی لالی بھی لگ چکی ہے...... وہ بے حد شرمندہ سی ہو کر اسے دور ہٹی۔

''سوری......!'' عرین نے سینٹر میز پر رکھے ٹشو باکس سے چند ٹشو نکال کر اسید کی شرٹ سے کاجل اور لپ اسٹک کے نشانات صاف کرنے کی کوشش کی۔

''رہنے دو عرین۔'' اسید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''یہ برے لگ رہے ہیں......'' وہ بھیگی آواز سے بولی۔

''مجھے اچھے لگ رہے ہیں میری جان...... میرا کندھا آج تمہارا دکھ ہلکا کرنے کا سبب بنا ہے۔'' اسید نے پیار سے کہا۔

''اسید......!'' وہ کچھ کہتے کہتے جھجکی۔

''کہو عرین......'' وہ اس کی جھجک بھانپ گیا۔

''تم نے مجبوری میں مجھ سے نکاح کیا ہے ناں...... تمہیں تو ایبہا سے محبت تھی۔'' عرین نے اپنے دل میں کلبلاتا سوال آخر پوچھ ہی لیا۔

''نام مت لو ایبہا کا۔'' اسید نے سختی سے ٹوک دیا...... عرین خاموش سی ہو گئی۔

''میں نے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کر لیا تو اب اس کا ذکر کرنا بھی بیکار ہے۔''

وہ ایک سانس بھر کر خود کو پُرسکون کرتا ہوا بولا ورنہ ایبہا کے نام کے ساتھ اس کی عرین کے خلاف زہر خند باتیں بھی یاد آ گئی تھیں۔

عرین کی آنکھوں میں ہنوز الجھن برقرار تھی۔

''تمہارے ساتھ نکاح کرنا واقعی میرے لیے آسان نہیں تھا۔ اپنے دل کی آمادگی حاصل کرنے میں مجھے کافی وقت لگا...... میرا ذہن تمہارے ساتھ اس نئے رشتے کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ نکاح کے بعد کا وقت میں نے تم سے الگ رہ کر اس لیے گزارہ کہ ہم دونوں ہی اس اچانک کے فیصلے سے تھوڑا مضطرب ہو گئے تھے سو ہم دونوں کو ہی سنبھلنے کا اور اس رشتے کو دل سے قبول کرنے کا وقت چاہیے تھا۔'' اسید نے نرمی سے وضاحت دی۔

''پھر مجھے تمہارے اور اپنی بیٹی کے لیے ہاتھ پاؤں بھی تو مارنے تھے...... میں شوہر اور باپ کے عہدے پر فائز ہوا ہوں تو میرے فرائض بڑھ گئے ہیں...... مجھے اپنی روحی کو اچھا مستقبل دینا ہے...... اسی لیے غم روزگار کے چکر میں لگا ہوا تھا...... فی الحال تو جو ملازمت ملی ہے اسی پر گزارہ کریں گے...... لیکن میں اس سے زیادہ بہترین جاب حاصل کرنے کی کوشش میں ہوں۔ تاکہ تمہیں اماں اور روحی کو زندگی کی ہر سہولت اور آرام دے سکوں۔'' وہ پیار لٹاتی نگاہوں سے سوئی ہوئی رحاب کو دیکھ کر بولا تو عرین کے دل میں اسید کے لیے نرم گرم سا جذبہ بیدار ہوا۔ وہ کتنا کیئرنگ تھا۔

''اور اب مجھے یہ لگتا ہے کہ ہم دونوں اپنے درمیان بنے اس مضبوط تعلق کو قبول کر چکے ہیں۔ سو اگر تم اجازت دو تو آج سے میں تم دونوں کے ساتھ اس کمرے میں رہوں؟''

پھر اسید نے اپنی نظریں رحاب سے ہٹا کر عرین کو وارفتگی سے دیکھتے اجازت چاہی تو عرین نے حیا سے آنکھیں جھکا لیں۔

''پھر کیا کہتی ہو...... اجازت ہے؟'' اسید نے شوخی سے دوبارہ پوچھا۔

''میں چینج کر لوں۔'' عرین نے محجوب ہو کر قدم بڑھائے۔

''ارے رکو تو...... کہاں جا رہی ہو مجھے اس ساڑی میں خود کو جی بھر کر دیکھنے تو دو۔'' اس نے عرین کے چہرے سے بالوں کی لٹیں ہٹائیں۔

''اسید...... مجھے منہ دھو کر آنے دو...... رونے سے سارا کاجل بہہ گیا ہے بھوت بن چکی ہوں......'' عرین اس کی جذبے لٹاتی نظروں سے شرما کر بولی۔

''مجھے بھوت چڑیل کسی بھی روپ میں تم قبول ہو۔'' اسید نے ہنستے ہوئے اس کی ساری مزاحمت رد کر دی۔

عرین نے ہار کر اپنا سر اس کے سینے پر ٹکا دیا۔ سکون کا ایک دریا اس کی رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

زندگی میں اگر کوئی چیز ہم سے چھن جاتی ہے تو اللہ اس کا بہترین نعم البدل بھی ضرور دیتا ہے۔

عرین نے شکر گزاری کے بے بہا احساس سے سرشار ہو کر اپنی آنکھیں موند لیں۔

(ختم شد)